UNIVERSAL LIBRARY
OU_188897
UNIVERSAL LIBRARY

OSMANIA UNIVERSITY LIBRARY

Call No. ج - س / ۹۱۵۵۴۱۴ Accession No. ۱۸۰۹۸

Author سندباد جہازی 18098

Title جدید جغرافیہ پنجاب

This book should be returned on or before the date last marked below.

جدید

جغرافیہ پنجاب

جسے محکمۂ تعلیم نے منظور نہیں کیا

سند باد جہازی

ناشر

اردو اکیڈیمی لاہور

سنہ حاضرہ [illegible]

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ

بار دوم　　　　سنہ ۱۹۴۶ء　　　　قیمت عہ/

نذر

فضل پروچلکٹ کے نام

سندباد جہانی

فہرست

مضامین	نمبر صفحہ	مضامین	نمبر صفحہ	مضامین	صفحہ
مقدمہ از ڈاکٹر تاثیر	۶	ہندو سبھا کی ترائی	۱۸	منوہر پربت	۳۲
عرض ناشر	۹	**دوسرا باب**		کوہ خضر	،،
پہلا باب		آب و ہوا اور بارش	۲۱	مجیٹھ پہاڑ	،،
محل وقوع قدرتی تقسیم	۱۳	انتخابات کی بہار	۲۴	میان کا ٹیلا	۳۳
محل وقوع	،،	لیڈری کی فصل	۲۵	کوہ چھوٹو رام	،،
قدرتی تقسیم	۱۴	سول نافرمانی کی گرمی	،،	کوہ شہاب الدین	۳۴
اتحادی سطح مرتفع	۱۵	حقوق کی برسات	۲۶	کوہ ممدوٹ	،،
کانگریسی سلسلہ کوہ	،،	سرکار پرستی کی بیت جھڑ	۲۷	مظفر کوہ	،،
اشتراکی جوالا مکھی	۱۶	آئین پسندی کا بیاڑا	۲۸	اشتراکی جوالا مکھی	۳۵
احراری کوہستان	۱۷	**تیسرا باب**		ورسک	،،
اکالی جنگلات	،،	پہاڑ دریا نہریں وغیرہ	۳۰	درہ دولتانہ	،،
وادئی لیگ	۱۸	سکندر مونٹ	۳۱	درہ میر	۳۶

مضامین	صفحہ	مضامین	صفحہ	مضامین	صفحہ
درۂ جہاں	۳۶	دریائے مرتضیٰ	۴۷	**پانچواں باب**	
درۂ غضنفر	”	کانگریسی ندی نالے	”	صنعت وحرفت نجارت	۶۶
اچل ڈنڈی	۳۷	دریائے سول	”	وغیرہ	
جھیل دولتانہ	۳۸	دریائے کالی	۴۸	**چھٹا باب**	
دریائے ظفر علیخان	۳۹	**چوتھا باب**		ذرائع آمد ورفت	۷۲
دریائے اختر علی خان	۴۰	پیداوار	۵۱	سڑکیں	۷۳
دریائے سالک و	”	اتحادی سطح مرتفع کی پیداوار	”	**ساتواں باب**	
دریائے مہر		کانگریسی کوہستان	۵۳	مشہور شہر	۸۸
دریائے نورا	۴۱	احراری کاہستان	۵۴	لاہور	”
دریائے کرشنا	۴۲	اشتراکی جوالا مکھی	۵۵	امرتسر	۹۱
دیر ندر ندی	۴۳	ہندو سبھا کی ترائی	۵۷	راولپنڈی	۹۲
دریائے خورسند	۴۴	وادیٔ لیگ	۵۸	لدھیانہ سیالکوٹ	”
دریائے پرمانند	”	اکالی جنگلات کا خطہ	۶۰	جالندھر	۹۳
دریائے حبیب	۴۵	عام پیداوار	۶۱	اشارات	۹۵
دریائے ویرا	۴۶			**ختم**	

مقدمہ

اکبر الٰہ آبادی پر بحث ہو رہی تھی۔ ایک کانگریسی دوست کہنے لگے۔ کہ اگر اکبر خان بہادر نہ ہوتے، سرکاری ملازم اور پنشن خوار نہ ہوتے، تو بڑی ولولہ انگیز نظمیں لکھتے۔ فرنگی سامراج کی جڑیں ہلا دیتے۔ ممکن ہے اس "اگر" میں عقلی امکان کی گنجائش ہو۔ مگر وہ نظمیں شاید ولولہ انگیز ہوتیں، عقل افروز ہرگز نہ ہوتیں۔ ہجو کا جو تنقیدی معاشرتی انداز خان بہادری نے پیدا کیا۔ بیباک خطابت میں گم ہو جاتا۔ پہلو دار طنز سے جو گہرا گھاؤ پڑتا ہے۔ جو ٹیس اٹھتی ہے۔ وہ خطیبانہ حملہ آوری کو نصیب نہیں۔ وہی جاٹ رے جاٹ تیرے سر کھاٹ اور تیلی رے تیلی تیرے سر پہ کولھو کا فرق ہے۔

یہ پہلو دار طنزیہ انداز تحریر حالات کی پیداوار ہے۔ عرب کے آزاد بدو مذمت کرتے تو کھلم کھلا اور [illegible] مدح کرتے تو صاف صاف۔ انہیں کسی حکومت کا خوف نہ تھا کسی بادشاہ سے انعام و اکرام کی توقع نہ تھی۔ جو دل میں آتا منہ سے نکل جاتا۔ بدوی نظام معاش و سیاست آزادی پر مبنی تھا۔ شاعری بھی بداہت پر مبنی تھی۔

ایرانی ادب مطلق العنان سلاطین کے درباروں میں پھلا پھولا۔ جبر اور قہاری کی فضا میں دل اور زبان کا فیصلہ بڑھتا گیا۔ حقیقت نے مجاز کی پناہ میں ہزار داؤں استعارے کیں۔ بلبل اور صیاد، گلچیں اور باغبان۔ دربان اور رقیب۔ جام و ساقی۔ ایک دو

نہیں کنایات اور استعارات کا ایک لامتناہی سلسلہ بن گیا۔ جب کوئی مظلوم کسی حاکم کے تشدد سے مجبور ہو کر فریاد کرتا۔ تو اسے بلبل اور صیاد کی یاد آتی۔ جان کی امان پاتا ہوا پکار اٹھتا۔ مگر ایرانی شاعری سے مثال دینے کی کیا ضرورت ہے۔ اردو کے شاعروں نے بھی انہیں مجازات کو استعمال کیا ہے۔ عدم تعاون کے ابتدائی دور میں جب گرفتاریوں کا اتنا ہجوم تھا۔ کہ جیل خانے کم تھے اور قیدی زیادہ۔ یہ شعر کس قدر حسب حال تھا ؎

یہی کثرت ہے اسیروں کی تو میرا ذمہ　　اے صیاد جو دو دن بھی ترا دام

پہلے ملکی تحریکِ آزادی کی ابتدا میں جب یہ بحث کی جاتی تھی۔ کہ کیا ہندوستانی اس قابل ہیں۔ کہ وہ اپنے ملک میں آپ حکومت کر سکیں۔ (یہ بحث اب فقط انگلستان کے متشدد ٹوریوں میں ہوتی ہے) تو اکثر آزاد خیال اخبارات میں لمبے لمبے مقالے شائع ہوتے جلسوں میں دھواں دھار تقریریں کی جاتیں۔ ان پر ضمانتوں کی ضبطی اور حراست کا حکم لگایا جاتا۔ اکبر الہ آبادی نے خان بہادری سیشن ججی اور پنشن خواری کے ہوتے ہوئے اس بحث کو ایک شعر میں ختم کر دیا۔ کہ ؎

کرو نہ کچھ فکر جام و ساقی بہار آنے تو دو چمن میں
گلوں سے ٹپکے گا رنگِ مستی ہوا کرے گی شراب پیدا

یہ پہلو دار شاعری ہمیشہ سیاسی جبر کا نتیجہ نہیں ہوتی۔ سماجی اور معاشی بندشوں سے بچاؤ کے لئے بھی یہ طریقہ اختیار کیا جاتا ہے۔ اور یہ بھی ہوتا ہے۔ کہ تھکے ہوئے احساس کی بیداری کے لئے پرانی شراب نئی بوتلوں میں پیش کی جاتی ہے۔

مجازات کے استعمال سے، پردے پردے میں حقیقت حال کے اظہار سے بیان میں ایک نئی طرح کی تازگی آجاتی ہے۔ جیسے چاند بادلوں میں چھپ جائے، چاند کا سا چہرہ نقاب پوش ہو جائے، اور پھر جو پردہ اٹھایا جائے۔ تو یوں معلوم ہوتا ہے۔ کہ دن نکل آیا۔ چودہ طبق روشن ہو جاتے ہیں!

"پنجاب کا جغرافیہ" مجازات کے ان تمام محرکات کا نتیجہ ہے۔ سیاسی جبر سے بچاؤ، معاشی بندشوں سے پناہ، سماجی رکھ رکھاؤ کا لحاظ اور بیان کے بانکپن کا اقتضا۔۔۔۔۔۔

اس تصنیف میں ان سب کا اظہار موجود ہے۔ ان تہ بہ تہ پردوں میں سے آزادی کا نور چھن چھن کر نکل رہا ہے۔ اور یہ محض سیاسی پارٹی بازی کی آزادی نہیں۔ یہ آزادی ایک ادیب، ایک صاحب علم و فکر کی آزادی ہے۔ وہ آزادی جو ہر انسان کا پیدائشی حق ہے آزادئ گفتار! ۔۔۔۔۔۔ جسکے بغیر جمہوریت ایک ساعت زندہ نہیں رہ سکتی۔

آنے والے جمہوری ہندوستان کے مؤرخوں کیلئے "پنجاب کا جغرافیہ" بہترین مواد مہیا کریگا۔ اور موجودہ دور کے اہل نظر حضرات کیلئے سرمۂ بصیرت کا کام دیگا۔ دیکھیں ہمارے ادیب اس مثال سے کیا فائدہ اٹھاتے ہیں۔ اور نہیں تو طرزِ نگارش کے بانکپن کا تتبع ہی سہی!

ڈاکٹر تاثیر
(ایم۔ اے۔ پی۔ ایچ۔ ڈی)

عرضِ ناشر

جدید جغرافیہ پنجاب غالباً ۱۹۳۹ء کے آغاز میں باقساط "شیرازہ" میں نکلنا شروع ہُوا تھا۔ ابھی اس سلسلہ مضامین کی ایک دو قسطیں ہی چھپی تھیں۔ کہ پنجاب کے ہر پڑھے لکھے شخص کی زبان سے ان کا ذکر سنائی دینے لگا۔ ان دنوں حسرت صاحب کی دوسری مصروفیتوں کی وجہ سے "شیرازہ" بے قاعدگی سے شائع ہوتا تھا۔ بیچ بیچ میں مہینہ مہینہ بھر اس کا کوئی پرچہ نہ نکل سکا۔ پھر بھی لوگوں کی دلچسپی برابر قائم رہی۔ اور جب یہ پرچہ چھپ کے بازار میں پہنچا۔ لوگ بے اختیار ٹوٹ پڑے۔

جدید جغرافیہ کی چند قسطیں پڑھ کر مجھے خیال ہُوا۔ کہ اسے اُردو اکیڈیمی کے اہتمام سے کتابی صورت میں چھاپا جائے۔ میں نے حسرت صاحب سے ذکر کیا۔ تو معلوم ہُوا۔ کہ وہ بھی اسے کتابی صورت میں چھاپنے کا فیصلہ کر چکے ہیں۔ لیکن وہ خود اسے چھاپنا چاہتے ہیں۔ بعض پبلشروں نے ان سے معاملہ کرنا چاہا۔ مگر انہوں نے انکار کر دیا۔ آخر کئی ہفتوں کی گفت و شنید کے بعد میں نے انہیں اس بات پر آمادہ کر لیا۔ کہ وہ خود طباعت و اشاعت کی زحمت اٹھانیکے بجائے جغرافیہ کی طباعت کا معاملہ اُردو اکیڈیمی کے سپرد کر دیں۔ یہ غالباً گذشتہ ستمبر کا واقعہ ہے۔ لیکن کتاب ابھی نا تمام تھی۔ اور حسرت صاحب کو اس بات پر اصرار تھا۔ کہ پوری کتاب "شیرازہ" میں شائع ہو جائے۔ اس سے دسمبر تک اسکی کتابت شروع نہ ہو سکی۔

جتنا مسودہ میرے پاس موجود تھا۔ اسکی کتابت جنوری ۱۹۴۰ء میں ختم ہو گئی۔

انہیں دنوں اتفاق سے حسرت صاحب کو کشمیر جانا پڑا۔ اور انکے واپس آنے تک کتابت مکمل نہ ہو سکی۔ کتابت مکمل ہو ئی تو معلوم ہوُا۔ کہ اس میں بہت سے نقائص ہیں۔ آخر یہ فیصلہ ہوُا کہ از سرِ نو کتابت کرائی جائے۔ اس مرتبہ منشی محمد صدیق صاحب سے کتابت کرائی گئی۔ اور اس طرح یہ کتاب جسے دسمبر ۱۹۳۹ء کے اواخر میں شائع ہونا چاہئے تھا۔ اپریل ۱۹۴۰ء میں شائع ہوئی۔

کتاب کے عام مطالب کے متعلق کچھ کہنا میرا منصب نہیں تاہم یہ عرض کرنا بیجا نہ ہوگا۔ کہ اردو اکیڈیمی ایک ایسی کتاب پیش کر رہی ہے۔ جو اپنے اچھوتے انداز کے اعتبار سے اردو زبان میں اپنی نظیر نہیں رکھتی۔

۱۵ اپریل ۱۹۴۰ء

محمد حنیف

به نیم نکته ادا می کنم که خلوتیان

سر سبو بگشادند و در فرو بستند

پہلا باب

محلِ وقوع

حکومت پنجاب جسے عام اصطلاح میں پنجاب کی اتحادی حکومت بھی کہتے ہیں۔ پہاڑوں اور دریاؤں سے گھری ہوئی ہے۔ اس کے شمال مغرب میں خان عبدالغفار خان اور ڈاکٹر خان پھیلتے چلے گئے ہیں۔ یہ دونوں کوہستانی سلسلے بالکل چٹیل ہیں۔ البتہ ان کے بعض حصے سرخ کھدر سے ڈھکے ہوئے نظر آتے ہیں۔ اسلئے

انہیں سُرخ پوش پہاڑ بھی کہتے ہیں۔ یہ دونوں آتش فشاں پہاڑ ہیں۔ اور کبھی کبھی ان سے لاوا بہ نکلتا ہے۔

شمال میں تحریک کشمیر ہے۔ جو ایک مشہور ندی کا نام ہے۔ یہ ندی مخالف راہِ معلّی سے نکل کر ہری پربت کے جھیل میں جا گرتی ہے۔ لیکن ان دنوں بالکل خشک پڑی رہتی ہے۔

مشرق میں بحیرہ پنت ہے۔ جس میں بہت سے جزیرے واقع ہیں۔ اس سمندر کا سب سے بڑا جزیرہ سوراج بھون ہے۔ جو گاندھی ٹوپی کے کھیتوں اور چرخوں کی فصل کے لئے مشہور ہے۔ بحیرہ پنت سے جو ہوائیں اٹھتی ہیں وہ مرکزی اسمبلی کے میدان میں خوب مینہ برساتی ہیں۔ لیکن کوہ چھوٹو رام انہیں پنجاب تک نہیں پہنچنے دیتا۔

جنوب مغرب میں دریائے الٰہ بخش بہتا ہے۔ جو اپنا راستہ ہمیشہ بدلتا رہتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس کنارے کوئی بڑا شہر آباد نہیں ہو سکتا۔ اس دریا کے دہانے کے متعلق اختلاف ہے۔ کبھی یہ بحیرہ کانگرس میں جا گرتا ہے۔ اور کبھی خلیج لیگ میں۔

جنوب میں ایوان والیان ریاست کے کھنڈر ہیں جن کی اینٹوں سے فیڈریشن کا راج بھنگ مندر بنایا جا رہا ہے۔

قدرتی تقسیم

(۱) اتحادی سلسلہ کوہ۔

(۲) اشتراکی جوالا مکھی

(۳) احراری کوہستان اور گھاس کے میدان

(۴) کانگرسی سلسلہ کوہ

(۵) اکالی جنگلات

وادیٔ لیگ

۶- ہندوسبھا کی ترائی

اتحادی سطح مرتفع

یہ سطح مرتفع پنجاب کے تین چوتھائی حصّہ پر شمالاً جنوباً پھیلی ہوئی ہے۔ اس کا بہت حصّہ بنجر ہے۔ روئیدگی کہیں کہیں ہی نظر آتی ہے۔ اس کی آب و ہوا سرد و خشک ہے۔ بحیرہ ہند سے جو ہوائیں اٹھتی ہیں۔ وہ یہاں تک پہنچنے نہیں پاتیں۔ اس سطح مرتفع کو سدّ سکندری بھی کہتے ہیں۔

کانگرسی سلسلہ کوہ

اس کی دو شاخیں ہیں۔ ایک کو ست پڑا کہتے ہیں۔ اور دوسری کو بھارگو پربت ست پڑا احراری کاہستان اور اشتراکی جوالامکھی کے درمیان واقع ہے اور بھارگو پربت اتحادی سطح مرتفع اور اکالی جنگلات سے ملا ہوا ہے۔ اس کے ایک طرف وادیٔ لیگ ہے۔ اور دوسری ہندوسبھا کی ترائی۔

ست پڑا پر صرف کہیں کہیں زیر درختی نظر آتی ہے۔ بھارگو پربت میں سونے چاندی کی بہت سی کانیں ہیں۔ اور اس کے مشرقی حصّہ میں جو اکالی جنگلات سے ملا ہے چنوبر اور شمشاد کے درخت بھی پائے جاتے ہیں۔ جن کی لکڑی سے لنگھیا اور سرکاری دفتروں کا فرنیچر بنتا ہے۔ اس پہاڑ میں بہت سے چھوٹے چھوٹے درّے ہیں۔ جن کے ذریعہ اتحادی سطح مرتفع اور اکالی جنگلات کے مابین سلسلہ رسل و رسائل قائم ہے۔

جوالا مکھی

یہ آتش فشاں پہاڑ وسط پنجاب سے شروع ہو کر مشرق کی طرف پھیلتا چلا گیا ہے۔ علم طبقات الارض کے ماہرین کا خیال ہے۔ کہ اس پہاڑ کا تعلق آتش فشاں پہاڑوں کے اس مشہور سلسلہ سے ہے۔ جو ماسکو سے شروع ہوتا ہے اور وسط ایشیا سے ہوتا ہوا زمین کے اندر ہی اندر میرٹھ اور کانپور تک چلا جاتا ہے۔

اشتراکی جوالامکھی کی رنگت سیاہ ہے۔ خاص خاص موسموں میں اس سے سرخ شعلے بھی بلند ہوتے دکھائی دیتے ہیں۔ بعض اوقات اس جوالامکھی کے اندرونی تغیرات کی وجہ سے شدید زلزلے بھی آتے ہیں۔ جو اتحادی سطح مرتفع میں بہت زیادہ محسوس کئے جاتے ہیں۔ جب اس آتش فشاں پہاڑ پر سکون طاری ہو جاتا ہے۔ تو اتحادی سطح مرتفع کے باشندے اطمینان کا سانس لیتے ہیں۔ ۱۹۲۱ء اور ۱۹۳۰ء میں اس کی وجہ سے شدید زلزلے آتے رہے ہیں۔ جن سے پنجاب کا کوئی حصہ محفوظ نہیں رہ سکا۔ اتحادی سطح مرتفع کے داناؤں نے ان زلزلوں سے بچنے کے لئے تعویز ایجاد کئے ہیں۔ جنہیں نقش سکندری کہتے ہیں۔ یہ تعویز دیہات کے باشندوں میں بڑی کثرت سے تقسیم کئے جا رہے ہیں۔ ایک مشہور فرنگی عامل کا خیال ہے کہ اگر ان تعویزوں کے ساتھ ساتھ ہر گاؤں میں کثرت سے کھاد کے گڑھے کھودے جائیں۔ اور مکانوں میں روشندان لگوا دیئے جائیں۔ تو لوگ اشتراکی جوالامکھی پہ بسنے والے بھوتوں پریتوں سے محفوظ رہیں گے۔ بنگال کے مشہور عامل حکیم فضل شاہ جادو شکن کا بھی یہی خیال ہے۔

احراری کاہستان گھاس کے یہ میدان ست پڑا کی ڈھلوانوں سے شروع ہو کر مسلم لیگ تک پھیلے ہوئے ہیں۔ اس کاہستان میں ہر طرف بھیڑ بکریاں چرتی پھرتی ہیں۔ یہاں زیادہ تر خانہ بدوش قبائل آباد ہیں۔ جو ایک جگہ نہیں رہتے اور بھیڑ بکریوں کے گلے لئے ادھر ادھر گھومتے پھرتے ہیں۔ گرمیوں میں یہ لوگ ست پڑا کی ڈھلوانوں کے پاس خیمے گاڑ دیتے ہیں۔ اور جاڑے میں ہٹ کر وادی لیگ کی طرف چلے آتے ہیں یہی وجہ ہے۔ کہ ان لوگوں کی زبان اور خیالات میں وادی لیگ اور کانگرسی سلسلہ کوہ دونوں کے اثرات نمایاں نظر آتے ہیں۔ احراری کاہستان کے آزاد قبائل اتحادی سطح مرتفع کے باشندوں کو سخت نفرت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ ان میں سرحدی جھگڑے بھی ہوتے رہتے ہیں۔ جو بعض اوقات سخت خطرناک صورت اختیار کر جاتے ہیں۔ یہ جھگڑے عام طور پر موسم بہار میں ہوتے ہیں جب کاہستان کی سبزی پورے جوبن پر ہوتی ہے۔ قحط کے زمانے میں اکثر اہل قبائل دوسرے ملکوں میں چلے جاتے ہیں۔ اور محنت مزدوری کر کے پیٹ پالتے ہیں۔

اکالی جنگلات۔

یہ خودرو جنگلات بھارگو پربت اور اتحادی سطح مرتفع سے شروع ہو کر اشترا کی جوالا مکھی تک چلے گئے ہیں گھنے جنگلات کا یہ وسیع خطہ خدا کی قدرت کا عجیب نمونہ ہے۔ دنیا کے کسی حصہ میں اس قسم کے جنگلات نہیں ملتے یہاں سورج کی شعاعیں بڑی مشکل سے سطح زمین تک پہنچتی ہیں۔ اور بعض مقامات تو ایسے ہیں جہاں ہوا کا گذر بھی بڑی دقت سے ہوتا ہے۔ ان جنگلات میں ہر قسم کے جانور ملتے ہیں لیکن جرنیلی گھوڑے

بہت لوگ یہاں بستے ہیں۔ وہ بہت محنتی، جفاکش اور تنومند ہوتے ہیں۔ اتحادی سطح مرتفع کے سوداگر ہمیشہ ان جنگلات کا ٹھیکہ لینے اور اس کی لکڑی سے فائدہ اٹھانے کی کوشش کرتے رہتے ہیں۔ لیکن یہ لوگ کسی کو لکڑی کاٹنے کی اجازت نہیں دیتے

وادی لیگ۔

یہ وادی ایک مشہور دریا دریائے ظفر علی خان[1] نے اتحادی سطح مرتفع کو کاٹ کر بنائی ہے۔ زمانہ قبل از تاریخ میں یہ دریا سوراج بھون کے پاس بہتا تھا۔ لیکن اب اتحادی سطح مرتفع کو سیراب کرتا ہے۔ وادی لیگ کو اس دریا کے نام پر دریۂ ظفر علی خان" بھی کہتے ہیں۔ کبھی کبھی اس دریا میں اس زور سے طغیانی آتی ہے۔ کہ اس وادی کی فصلوں کو سخت نقصان پہنچتا ہے۔ اتحادی سطح مرتفع کے باشندے اس وادی کی پیداوار سے بہت فائدہ اٹھاتے ہیں۔

ہندو سبھا کی ترائی۔

اتحادی سطح مرتفع کی سب سے اونچی چوٹی سکندر موسٹ کے دامن میں ہندو سبھا کی ترائی ہے۔ یہاں سال بھر موسلا دھار بارش ہوتی رہتی ہے۔ اس لئے یہاں مچھروں کی کثرت ہے۔ اور ملیریا بہت ہوتا ہے۔ اس ترائی میں ٹھنڈے اور گرم پانی کے چشمے کثرت سے پائے جاتے ہیں گرم چشموں میں نارنگ سر اور سرد چشموں میں نریندر ناگ خاص طور پر مشہور ہیں۔

[1] مجھ کو نہ تعاون نہ تعامل کی ضرورت میں آپ ہوں دریا مجھے کیا پل کی ضرورت
(ظفر علی در بہارستان)

امتحانی سوالات

(۱) کیا وجہ ہے۔ کہ دریائے الٰہ بخش کے کنارے کوئی بڑا شہر آباد نہیں ہو سکتا؟

(۲) آج کل دریائے الٰہ بخش کہاں سے نکلتا ہے۔ اور کہاں جا گرتا ہے۔ نیز یہ بھی بتاؤ۔ کہ اگلے سال یہ دریا کہاں سے نکلے گا۔ اگر تم نہیں جانتے۔ تو اپنے باپ سے پوچھ کر بتاؤ۔

(۳) اتحادی سطح مرتفع کو سدِ سکندری کیوں کہتے ہیں؟

(۴) ست پڑا اور بھارگو پربت میں سے کونسا پہاڑ زیادہ اونچا ہے پنجوں کے بل کھڑے ہو کر بتاؤ۔

(۵) تمہارے سکول میں جو کرسیاں اور بنچیں ہیں۔ اُنکی لکڑی کہاں سے آئی ہے۔ اُس کی لکڑی سے چرخے کیوں نہیں بن سکتے؟

(۶) نقشِ سکندری کے متعلق عالی حکیم فضل شاہ جادو شکن کا کیا خیال ہے؟

(۷) احراری کاہستان کے باشندوں کی شکل و صورت کیسی ہوتی ہے۔ ان میں اور اکالی جنگلات کے باشندوں میں کیا فرق ہے؟

(۸) داد ئی لیگ کو ہدیہ ظفر علی خان کیوں کہتے ہیں؟

(۹) ہندو سبھائی ترائی میں مچھروں کی کثرت کیوں ہے؟

ہدایات

استاد ہر لڑکے سے پوچھے۔ کہ ان کے گھر میں کتنی گائیں۔ کتنی بھینسیں۔ کتنی بکریاں کتنی مرغیاں اور کتنے ووٹ ہیں؟ جس لڑکے کے گھر میں کوئی ووٹ نہ ہو۔ اُسے کلاس سے نکال دیا جائے۔ کیونکہ اس کا تعلیم حاصل کرنا بالکل بے سود ہے۔

دُوسرا باب

آب وہوا اور بارش

آب وہوا

کسی ملک کی آب وہوا معلوم کرنے میں سب سے پہلے اس بات کا خیال رکھنا چاہئیے کہ وہ ملک خطِ استوا سے کتنے فاصلہ پر واقع ہے۔ پنجاب خطِ استوا سے جسے عام لوگوں کی بولی میں گاندھی بھی کہتے ہیں بہت دُور اور بحیرہ منجمد انگلیسی کے قریب وائٹ ہال کے منطقہ بارده میں واقع ہے۔ بحیرہ منجمد انگلیسی وہی سمندر ہے۔ جو فاسزم کے قطب مغربی کے پاس واقع ہے۔ اس سمندر کے قرب نے پنجاب کی آب وہوا پر بہت اثر

ڈالا ہے۔ اگر خطِ استوا اس کے قریب آنا چاہے۔ تو یہ زمین کی گردش افلاطونی کی وجہ سے ہٹ کر قطب مغربی کے زیادہ قریب ہو جاتا ہے۔

دوسری بات جو کسی ملک کی آب و ہوا پر بہت اثر ڈالتی ہے۔ سطح سمندر سے اس کی بلندی ہے۔ پنجاب کے اکثر حصے بحر کانگرس کی سطح سے ڈھائی ہزار فٹ اونچے ہیں۔

آب و ہوا کے سلسلہ میں تیسری اہم چیز ہواؤں کا رُخ ہے۔ بحر کانگرس سے سول نافرمانی کی چلچلاتی ہوئی گرمی میں جو ہوائیں بخارات سے لدی ہوئی اٹھتی ہیں، ان کا زور سوراج بھون تک ختم ہو جاتا ہے۔ ان میں سے کچھ ہوائیں پنجاب تک پہنچتی ہیں۔ اور ست پڑا اور احراری کاہستان میں برس پڑتی ہیں۔ کچھ بخارات سے لدی ہوئی ہوائیں اتحادی سطح مرتفع سے گزرتی ہوئی کوہستان عبدالغفار سے ٹکرا کر سرخپوش میدانوں میں بڑے زور کا مینہ برساتی ہیں۔

موسمی ہواؤں کا دوسرا قافلہ خلیج سرکار سے چلتا ہوا سکندر مونٹ سے ٹکرا کر اکالی جنگلات میں مینہ برساتا ہے۔ اس کی وجہ سے ہندو سبھا کی ترائی میں خوفناک دلدلیں پیدا ہو گئی ہیں۔ جن میں کثرت سے مچھر۔ مکھیاں اور دوسرے کیڑے مکوڑے پیدا ہوتے ہیں۔

لیکن پنجاب کی آب و ہوا کے متعلق وثوق سے کچھ کہنا مشکل ہے۔ اسلئے بعض لوگوں کا خیال ہے۔ کہ قدرت نے اس صوبہ کو آب و ہوا سے بہت حد تک محروم رکھا ہے۔ مگر یہ خیال درست نہیں۔ قدرت نے پنجاب کو آب و ہوا تو ضرور

عطا کی ہے۔ یہ اور بات ہے۔ کہ اس کی آب و ہوا غیر یقینی سی ہے۔ کبھی کئی کئی سال تک آئین پسندی کا جاڑا رہتا ہے۔ اور لوگ بلوں کے کاغذی الاؤ کے سامنے آگ تاپتے نظر آتے ہیں۔ کبھی سول نافرمانی کی گرمی مدت تک چین نہیں لینے دیتی۔ اور لوگ ترنگے جھنڈوں کے برقی پنکھوں تلے آرام پاتے اور دفعہ ۱۴۴ کو توڑ کے اس کے برفاب سے پیاس بجھاتے ہیں۔ حقوق کی بارش ہوتی ہے۔ تو چھین اینچ تک ہو جاتی ہے۔ اور خشک سالی کا زمانہ آتا ہے۔ تو برسوں روئیدگی کا نام و نشان دکھائی نہیں دیتا۔ پھر تماشا یہ ہے۔ کہ پنجاب کی آب و ہوا کبھی شملہ چلی جاتی ہے۔ اور کبھی لاہور آجاتی ہے۔ اس غیر یقینی آب و ہوا نے پنجاب کے لوگوں کی طبیعت پر بڑا اثر ڈالا ہے۔ چنانچہ وہ اپنی بے اصولی کی وجہ سے آس پاس کے ملکوں میں بہت بدنام ہیں۔

پنجاب کے موسموں کی بوقلمونی اور رنگا رنگی پر غور کیا جائے تو خدا کی قدرت یاد آتی ہے۔ ابھی مطلع بالکل صاف ہے۔ نہ ہوا میں خنکی نہ آسمان پر ابر کا کوئی ٹکڑا نظر آتا ہے۔ اتنے میں پروا ہوا چلنے لگتی ہے۔ آسمان پر کالی کالی گھٹائیں چھا جاتی ہیں۔ اور جل تھل ایک ہو جاتا ہے۔ کبھی خلیج لیگ سے حقوق کی بدلیاں کلچر کی تجارتی ہواؤں کے دوش پہ سوار ہو کر چار کوٹ پھیل جاتی ہیں۔ اور ایسا اندھیر چھا جاتا ہے۔ کہ ہاتھ کو ہاتھ سجھائی نہیں دیتا۔ کبھی آزادی کی ژالہ باری اس زور سے ہونے لگتی ہے۔ کہ نشستوں کے تناسب کی جوار اور ملازمتوں کی تقسیم کے باجرے کی لہلہاتی ہوئی فصلیں نہیں نہیں ہو جاتی ہیں۔ اور سرکار کو زر تقاوی تقسیم کرنا پڑتا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ کبھی

کبھی ملاپ کی خوشگوار برکھا رُت بھی اپنا جلوہ دکھا جاتی ہے یعنی باغوں میں گھمگھر گرتے ہیں ان میں اتحاد کے جھولے پڑتے اور محبت کے پینگ بڑھتے ہیں۔ پھر غور کرو تو یہ ساری کیفیتیں ان بوجھے اور ان جانے سپنے معلوم ہوتی ہیں۔ نفاق کی گرم گرم ہوائیں بدن کو جھلسے ڈالتی ہیں۔ اور پھوٹ کی بادِ سموم کا زہر مغزِ استخوان تک سرایت کر جاتا ہے۔ پنجاب کے چھوٹے چھوٹے موسم یوں تو ۳۶۵ ہیں۔ لیکن ابھی تک بڑے بڑے موسم جو معلوم ہو سکے ہیں۔ ان کی تعداد پانچ سے زیادہ نہیں۔

انتخابات کی بہار

جسے کھٹراموسم بھی کہتے ہیں۔ یہ فصل کنویسنگ کے خوشگوار مہینے سے پولنگ کی شوراشوری تک پورے شباب پر رہتی ہے۔ اور کبھی کبھی عذرداری کی بے نمکی کے بعد بھی جلوہ دکھا جاتی ہے۔ پنجاب کے اندر جو چہل پہل اور گہما گہمی اس زمانے میں دکھائی دیتی ہے۔ پھر کبھی نظر نہیں آتی۔ موسم کی تاثیر اور آب و ہوا کے اثر سے ہر شخص کے جسم میں بلا کی پھرتی اور توانائی پیدا ہو جاتی ہے۔ بھولے بسرے رشتے اور تعلقات یاد آتے ہیں۔ حافظہ قوی ہو جاتا ہے۔ اگلے پچھلے کارناموں کے ساتھ شکوے شکایتوں کے دفتر کھلتے ہیں۔ امیدواروں کی تجوریوں کے منہ کھل جاتے ہیں۔ روپیوں کا مینہ برسنے لگتا ہے۔ ووٹ اور نوٹ کا ادل بدل عام ہوتا ہے۔ اونٹے اور اعلےٰ پلاؤں کی دیگوں اور پوری کچوری کے تھیلوں پر ٹوٹ کے گرتے ہیں۔ مولوی اور پنڈت اس موسم کے خاص پرندے ہیں۔ جو خوب چہکتے اور نبی جی روزی جیجو اور سب کے داتا سری بھگوان کے ساتھ ساتھ زندہ باد اور پاور کھنا کے نعرے لگاتے ہیں۔ اور پھر بڑے زور کی

گھڑ دوڑ شروع ہو جاتی ہے۔ لوگ بازیاں بدتے اور شرطیں لگاتے ہیں۔ جو لوگ اس دوڑ میں شامل ہوتے ہیں۔ وہ امیدوار کہلاتے ہیں۔ ان میں سے کچھ قسمت والے جو اسمبلی کی دیوار قہقہہ تک پہنچ جاتے ہیں۔ ان کی چاندی ہو جاتی ہے باقی امیدوار سے کھیت میں ٹاپتے رہ جاتے ہیں۔

(۲) لیڈری کی فصل۔

جسے چھوٹا موسم بھی کہتے ہیں۔ کبھی شہید گنج سے شروع ہو کر اسمبلی کی ممبری تک اور کبھی ستیہ گرہ سے آئینی جدوجہد تک برابر رہتا ہے۔ مسلم لیگ اور بحیرہ کانگرس سے جو مون سون ہوائیں اٹھتی ہیں۔ وہ اس زمانے میں خوب مینہ برساتی ہیں اور طرح طرح کے کیڑے مکوڑے کثرت سے پیدا ہو جاتے ہیں۔ آموں کی فصل کی طرح یہ موسم بھی ہندوستان کے خاص موسموں میں شمار ہونے کے قابل ہے۔ اس زمانے میں لیڈری کے کاروبار کو خوب ترقی ہوتی ہے۔ چندہ کی فصل خوب ہوتی ہے۔ تھالی کے بینگن بھی کثرت سے ہوتے ہیں۔ ان دنوں ایک خاص جانور بھی کثرت سے دکھائی دیتا ہے۔ جسے عام طور پر ہری چگ کہتے ہیں۔ اس کے گلے کبھی سست پڑا اور بہار گو پربت کے دامن میں چرتے نظر آتے ہیں۔ کبھی احرار کی کاہستان اور کبھی اتحادی سطح مرتفع میں گھس جاتے ہیں۔

(۳) سول نافرمانی کی گرمی۔

اس موسم میں بڑے زور شور سے آندھیاں چلتی ہیں۔ جو سرکاری باغوں اور کھیتوں کو ویران کر ڈالتی ہیں۔ سرکار دفعات ۱۴۴۔ ۱۰۸ و ۱۲۴ الف کی کاغذی

ڈھالوں سے آندھی کو روکنے کی کوشش کرتی ہے۔ مگر مٹھی میں ہوا کا تھامنا کیا"
یہ آندھی ان ڈھالوں کے روکے نہیں رکتی اور اکثر اوقات تو ایسی لو چلتی ہے۔ کہ لالہ
نافرمان ہو جاتا ہے۔ لوگ انقلاب زندہ باد کے نعرے لگا کے دل کی بھڑاس نکالتے ہیں۔
اور گرمی سے بچنے کے لئے گھروں کو چھوڑ کر سرکاری مہمان خانوں کو آباد کرتے ہیں۔ یہ
موسم کبھی سال سال بھر رہتا ہے۔ اور کبھی کئی کئی سال نظر نہیں آتا۔ مگر انصاف کی بات یہ ہے
کہ یہ موسم پنجاب کا خاص موسم نہیں۔ بلکہ مانگے تانگے کی چیز ہے۔ اصل میں یہ موسم
پنجاب کے جنوب اور مشرق کے علاقوں سے آتا ہے۔ اور پنجابیوں کی پُرسکون
زندگی میں تھوڑا سا ہیجان برپا کر کے غائب ہو جاتا ہے۔ پنجاب کی حکومت اس
موسم کی روک تھام کے لئے ایک اسکیم پر غور کر رہی ہے جس کا نام سول نافرمانی
بیراج سکیم ہے۔ کہا جاتا ہے۔ کہ کروڑوں روپوں کے خرچ سے ایک بند باندھا
جائے گا۔ جو سول نافرمانی کے موسم کو پنجاب میں داخل نہیں ہونے دے گا

(۴) حقوق کی برسات۔

سول نافرمانی کے موسم کی طرح حقوق کی برسات کا بھی کوئی ٹھیک وقت نہیں
کبھی ہوتی ہے۔ کبھی نہیں ہوتی۔ لیکن یہ موسم پنجاب کا خاص موسم ہے۔ یہ
اور بات ہے۔ کہ یہ ہندوستان کے دوسرے صوبوں کا بھی دورہ کرتا رہتا ہے۔
بڑے بڑے علماء کا خیال ہے۔ کہ اگر پنجاب نہ ہوتا۔ تو سرے سے حقوق کی برسات
ہی نہ ہوتی۔

اس موسم میں اکالی جنگلات میں کوئی ۲۳-۳ انچ بارش ہوتی ہے۔ وادیٔ لیگ

ہیں ۵۶ انچ اور ہندو سبھا کی ترائی میں ۱۰۰ انچ کبھی کبھی احراری کاہستان میں بھی ایک آدھ چھینٹا پڑ جاتا ہے لیکن سب سے زیادہ اتحادی سطح مرتفع والے مزے میں رہتے ہیں۔ وہ جب چاہتے ہیں۔ اپنے علاقے کو بارش سے محفوظ کر لیتے ہیں۔ اور بارش ہو بھی جاتی ہے۔ تو ان کا دامن تک بھیگنے نہیں پاتا۔

حقوق کی برسات کو ریاضی سے گہرا تعلق ہے۔ یعنی اس زمانے میں کبھی تفریق کا نقشہ کھنچ جاتا ہے۔ اور لوگ ایک دوسرے سے الگ ہونے لگتے ہیں۔ کبھی ضرب کا دور شروع ہوتا ہے۔ اور مار پیٹ۔ اٹھا پٹخ کے سوا کچھ نظر نہیں آتا کچھ دیر کے بعد یہ منظر بھی بدلتا ہے۔ یعنی تقسیم کا زمانہ آتا ہے۔ اور گروہ بندیاں شروع ہو جاتی ہیں۔ البتہ ریاضی کے پہلے قاعدے یعنی جمع سے اس موسم کو سخت دشمنی ہے۔ ان دنوں دریاؤں میں بڑے زور سے طغیانی آتی ہے۔ جس کی وجہ سے فصلوں کو بہت نقصان پہنچتا ہے۔ خاص طور پر دریائے ظفر علی خان میں بہت سے برساتی نالے آ ملتے ہیں جن کی وجہ سے اس دریا کا پاٹ بہت زیادہ ہو جاتا ہے۔ اور آس پاس کے بہت سے دیہات میں پانی پھیل جاتا ہے۔

پھوٹ اس فصل کا خاص پھل ہے۔ جو کثرت سے دساور کو بھیجا جاتا ہے۔ اور بہت قیمت پاتا ہے۔

(۵) سرکار پرستی کی بت جھڑ۔

سول نافرمانی کی گرما گرمی اور حقوق کی برسات کے بعد سرکار پرستی کی خزاں شروع ہوتی ہے۔ سول نافرمانی کی حرارت نام کو نہیں رہتی۔ سرکار کی اطاعت اور

وفاداری کا جذبہ دلوں میں موج مارنے لگتا ہے۔ ہوا میں نہ گرمی رہتی ہے۔ نہ سردی
موسم میں اعتدال آجاتا ہے برساتی ندی نالے خشک ہوجاتے ہیں۔ چڑھے
ہوئے دریا اتر جاتے ہیں۔

پتوں کی رنگت زرد ہوجاتی ہے۔ تیز ہوائیں چلنے لگتی ہیں۔ اور تھوڑے
دنوں میں درخت بالکل ٹنڈ منڈ نظر آنے لگتے ہیں۔ یہ موسم ہندوستان
کے دوسرے علاقوں میں بھی ہوتا ہے۔ لیکن پنجاب میں اس کا جو مزا ہے کسی دوسرے
علاقہ میں کہاں؟

(۴) آئین پسندی کا جاڑا۔

یہ موسم انتخابات کی بہار سے شروع ہوکر کئی کئی سال تک اس طرح پنجاب
پر اپنا قبضہ جمائے رکھتا ہے۔ کہ کوئی دوسرا موسم اس صوبہ میں داخل نہیں ہونے
پاتا۔ اس زمانے میں بحیرۂ منجمد انگلیسی سے بڑے زور کی سرد ہوائیں چلتی ہیں۔ جو
طبیعتوں میں بلا کی خنکی پیدا کردیتی ہے۔ البتہ کبھی کبھی خلیج اشتراکیت سے جو بحیرۂ
کانگرس میں واقع ہے۔ گرم خلیجی رو بھی چلتی ہے۔ جس کی وجہ سے جاڑے کی شدت
کم ہوجاتی ہے۔

سکندر مونٹ اور اس کے دامن کا علاقہ جو اتحادی سطح مرتفع کہلاتا ہے۔
یوں تو ہمیشہ سے بہت سرد واقع ہوا ہے۔ مگر اس زمانے میں اُسے برف بالکل
ڈھانک لیتی ہے۔ دولتمند لوگ جو اسمبلی کے ممبر ہیں۔ اس زمانے میں جاڑے
سے بچنے کے لئے اسمبلی میں چلے جاتے ہیں۔ اور گرماگرم فقروں، دھواں دھار اور

آتش بار تقریروں اور آپس کی نوک جھوک سے اپنے افسردہ دلوں میں تھوڑی سی حرارت پیدا کر لیتے ہیں۔ اور غریب لوگ خدا سے دُعائیں مانگتے ہیں۔ کہ کب رُت بدلے۔ سول نافرمانی کی گرمی شروع ہو آئین پسندی کی برف پگھلے۔ اور ہمارے دل چین پائیں۔

کچھ عرصے سے سارے ہندوستان میں اسی موسم کا سکہ جاری ہے۔

سوالات

۱۔ پنجاب کی آب و ہوا گرمیوں میں کہاں چلی جاتی ہے؟ سچ سچ بتاؤ؟

۲۔ انتخابات کی بہار کو کھٹرا موسم کیوں کہتے ہیں؟ اور یہ موسم پنجاب کے سوا اور کہاں کہاں ہوتا ہے؟

۳۔ پنجاب کے خاص خاص موسم کون سے ہیں؟

۴۔ پنجاب کا خاکہ اتارو۔ اور اس میں بارش کا تناسب دکھاؤ۔

تیسرا باب

پہاڑ۔ دریا۔ نہریں وغیرہ

پنجاب کی قدرتی تقسیم کے تذکرہ میں ہم مختصر طور پر پنجاب کے بڑے بڑے کوہستانی سلسلوں کا ذکر کر چکے ہیں۔ ان میں سب سے بڑا کوہستانی سلسلہ جسے سدِ سکندری کہتے ہیں۔ اتحادی سطح مرتفع میں پھیلا ہوا ہے کہتے ہیں جہاں آج کل سدِ سکندری واقع ہے۔ وہاں زمانہ قبل از تاریخ میں ہر طرف بنجر میدان اور ریگستان پھیلے ہوئے تھے۔ جن میں سینکڑوں میلوں تک روئیدگی کا نام و نشان نظر نہیں آتا تھا پھر زمین کے اندرونی

طبقات میں کچھ ایسی تبدیلیاں رُونما ہوئیں۔ کہ پہاڑوں کے ایک عظیم الشان سلسلہ نے اس کی جگہ لے لی۔ ماہرین علم طبقات الارض کا خیال ہے۔ کہ کچھ عرصہ کے بعد یہ کوہستانی سلسلہ پھر غائب ہو جائیگا۔ اور جہاں آج یہ پہاڑ کھڑے ہیں۔ وہاں کف دست میدان کے سوا کچھ نظر نہیں آئیگا۔ لیکن بعض اتحادی محقق اس خیال کی تردید کرتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں۔ کہ سدّ سکندری سنگ خارا کی چٹانوں کا مستحکم پہاڑ ہے۔ جسے زمین کے اندرونی تغیرات لاکھوں برس تک اپنی جگہ سے نہیں ہلا سکتے۔ سدّ سکندری کی سب سے اونچی چوٹی سکندر مونٹ ہے جو اس سلسلہ کوہ کے مغربی سرے پر واقع ہے۔ اس پر ہمیشہ سپید برف جمی رہتی ہے۔ جو دُور دُور سے نظر آتی ہے۔ اور بہت خوشنما معلوم ہوتی ہے۔ اس کے آس پاس اور بہت سی چھوٹی چھوٹی چوٹیاں ہیں۔ جن کے برفانی عمامے دُور سے بہت بھلے معلوم ہوتے ہیں۔ پنجاب کے کسان کھیتوں میں ہل چلاتے ہوئے ان چوٹیوں کو دیکھ دیکھ کر بہت خوش ہوتے ہیں۔ ان میں یہ خیال عام ہے۔ کہ اگر خدانخواستہ ان پہاڑوں پر برف نہ رہے۔ تو پنجاب کے دیہات خشک سالی کی وجہ سے ویران ہو جائیں۔

ہر مذہب و ملت کے لوگ سکندر مونٹ پر اپنا حق جتاتے ہیں۔ چنانچہ ساہوکار کہتے ہیں۔ کہ کیلاش پربت کی طرح یہ پہاڑ بھی مقدس ہے۔ کیونکہ یہاں مدت تک شری سادر کرنے کٹیا ڈال رکھی تھی۔ اور شری گاندھی جی مہاراج بھی اسے اشیرواد دے چکے ہیں۔ یہ اور بات ہے۔ کہ اب ملیچھوں نے اُسے بھر شٹ

کر دیا ہے۔

منوہر پربت۔

یہ چوٹی اتحادی سطح مرتفع کے حصہ میں ہندو سبھا کی ترائی کے پاس واقع ہے یہ بالکل چٹیل پہاڑ ہے۔ اور اس کے صرف بعض حصوں میں تھوڑی تھوڑی زیر درختی پائی جاتی ہے۔ اسے لاٹھی پربت بھی کہتے ہیں۔ کیونکہ کہا جاتا ہے۔ کہ اس کے دامن میں اگلے وقتوں کے خزانے دفن ہیں۔ بنئے ساہوکار کہتے ہیں۔ کہ بوہنی کے وقت منوہر پربت کا نام لیا جائے۔ تو بنج بیوپار میں بڑا نفع ہوتا ہے۔

کوہ خضر۔

کسی وقت جب آسمان صاف ہو۔ سکندر موئنٹ پر نظر ڈالو تمہیں اس سے کسی قدر یورپ کی طرف ہٹ کے ایک اور چوٹی نظر آئیگی جس کے برفانی عمامہ کے ساتھ ساتھ سیاہی سی دکھائی دیتی ہے۔ اس برفانی چوٹی کو کوہ خضر کہتے ہیں اور اس کے پاس جو سیاہی نظر آتی ہے۔ وہ اصل میں جنگلات ہیں۔ اگرچہ اونچائی میں یہ سکندر موئنٹ سے چھوٹی ہے۔ مگر اس کا راستہ بہت دشوار گذار ہے۔ اور بڑے بڑے کوہ پیما اس کا بھید نہیں پا سکے۔

بھیڈھ پہاڑ۔

سد سکندری کی یہ اونچی چوٹی اکالی جنگلات کے سر پر کھڑی سنتری کی طرح پہرہ دے رہی ہے۔ سندربن کا مشہور جنگل اس چوٹی پر واقع ہے۔ اس پر برف بھی پڑتی ہے۔ مگر زیادہ دیر نہیں رہتی۔ اس کی ڈھلوانوں پر کھیتی باڑی بھی خوب

ہوتی ہے۔

میاں کا ٹیلا۔

یہ چوٹی بہت نیچی ہے۔ اس لئے اس تک پہنچنا آسان ہے۔ چنانچہ کالجوں اور اسکولوں کے کھلنڈرے کئی مرتبہ اس تک پہنچ چکے ہیں۔ پھر بھی ہر انسان کا کام نہیں۔ کہ اس پر قدم رکھ سکے۔ کیونکہ جو لوگ یہاں تک پہنچتے ہیں۔ وہ بعض وقت راستہ بھول جاتے ہیں۔ اس پر برف کا کہیں نام و نشان نظر نہیں آتا۔ ہر طرف خشک گھاٹیاں اور خوفناک چٹانیں بڑے غرور سے سر اٹھائے کھڑی ہیں جنہیں دیکھ کر انسان کو آگے بڑھنے کی ہمت نہیں پڑتی پھر بھی جن لوگوں کو معلومات بڑھانے اور اپنے علم میں اضافہ کرنے کا شوق ہے۔ وہ جوں توں کر کے یہاں جا ہی پہنچتے ہیں۔

کوہ چھوٹورام۔

یہ پہاڑ اگرچہ سدِ سکندری سے بہت دور مشرق کی طرف ہٹ کے واقع ہے۔ اور بظاہر اتحادی سلسلہ کوہ سے بالکل الگ تھلگ معلوم ہوتا ہے۔ تاہم جغرافیہ کے عالموں کا خیال ہے۔ کہ کوہ چھوٹورام اصل میں سدِ سکندری کی ہی شاخ ہے۔ کیونکہ نباتی اور معدنی پیداوار کے لحاظ سے یہ اتحادی سلسلہ کوہ سے بہت ملتا جلتا ہے۔ کہتے ہیں۔ اس چوٹی پر کھڑے ہو کر ایک کے دو نظر آتے ہیں۔

اتحادی سلسلہ کوہ کے علاوہ اور بھی کئی چھوٹے بڑے پہاڑ ہیں۔ ذیل میں مختصر طور پر ان کا ذکر کیا جاتا ہے۔

کوہ شہاب الدین۔

سدِ سکندری کی مشرق کی جانب یہ عظیم الشان پہاڑ کھڑا ہے۔ اس میں گندھک کی کانیں کثرت سے ہیں۔ اس لئے اس کی رنگت سیاہی مائل ہے۔ اس کے بعض حصوں میں تھوڑی سی زبردرختی بھی پائی جاتی ہے۔ لیکن اکثر حصے بالکل لنڈ منڈ نظر آتے ہیں۔ پرانے زمانے کے لوگوں کا خیال تھا۔ کہ اس پہاڑ سے کبھی لاوے کا سیلاب بہہ نکلے گا۔ جو اتحادی سطح مرتفع کو جلا کر بھسم کر دیگا لیکن نئی تحقیق سے معلوم ہوا ہے۔ کہ اس کی اندرونی حرارت ختم ہو چکی ہے۔ اور اب اتحادی سطح مرتفع کو اس سے کوئی خطرہ نہیں۔

کوہِ مماڈوٹ۔

مشہور پہاڑ ہے۔ جو اتحادی سطح مرتفع سے وادئی لیگ تک پھیلتا چلا گیا ہے۔ کہا جاتا ہے۔ کہ اس پہاڑ میں سونے کی کانیں ہیں۔ چنانچہ جب برساتی نالے اس سے بہہ نکلے ہیں۔ ان کے ریت میں سونے کے ذرات پائے جاتے ہیں اس پہاڑ کی پیداوار سے اتحادی سطح مرتفع اور وادئی لیگ دونوں کے باشندے فائدہ اٹھاتے ہیں۔

مظفر کوہ۔

یہ بھی مشہور برفانی پہاڑ ہے جس کی چوٹیاں ہمیشہ برف سے ڈھکی رہتی ہیں۔ کہا جاتا ہے۔ کہ یہ کسی زمانے میں سدِ سکندری سے ملا ہوا تھا۔ لیکن بعض کوہستانی ندیوں نے سدِ سکندری کو آہستہ آہستہ کاٹ کر مظفر کوہ سے

الگ کر دیا۔ اگرچہ یہ پہاڑ اتحادی سطح مرتفع میں ہی واقع ہے۔ لیکن اس میں اور سدِسکندری میں کئی دریا اور وادیاں حائل ہیں۔ اور یہ سدِسکندری سے بالکل الگ تھلگ معلوم ہوتا ہے۔

اشتراکی جوالامکھی۔

آتش فشاں پہاڑوں کا مشہور سلسلہ ہے۔ کبھی اس سے برابر کئی کئی مہینے تک آگ کے شعلے بلند ہوتے رہتے ہیں۔ اور کبھی مدت تک افسردگی سی چھائی رہتی ہے۔

کانگریسی سلسلۂ کوہ۔

اس کی دو بڑی شاخیں ہیں۔ ست پڑا اور بھارگو پربت ان دونوں کا ذکر ہم اس کتاب کے پہلے باب میں کر چکے ہیں۔

درّے

پنجاب کے پہاڑوں میں بکثرت درّے ہیں۔ جن کے ذریعے ایک علاقہ کے باشندوں کے تعلقات دوسرے علاقے کے لوگوں سے قائم ہیں۔ مناسب معلوم ہوتا ہے۔ کہ بعض بڑے بڑے درّوں کا حال مختصر طور پر بیان کر دیا جائے۔

درّۂ دولتانہ۔

سدِسکندری کا مشہور درّہ ہے۔ جھیل دو لتانہ جس کا تذکرہ پہلے آچکا ہے اسی درّہ میں واقع ہے۔ بہت کشادہ درّہ ہے۔ اس لئے اسے اتحادی سطح مرتفع اور دوسرے علاقوں کے درمیان آمد و رفت اور رسل و رسائل کا بہت بڑا ذریعہ

سمجھا جاتا ہے۔ اس درہ سے ہر موسم میں بکثرت قافلے اخباروں کے انبار اور سینما کے فلم ——— گذرتے نظر آتے ہیں۔ سدِ سکندری اور کوشہاب الدین کے درمیان بھی یہی درّہ واسطہ بنا ہوا ہے۔ پرانے زمانے کے اکثر محققوں کا خیال تھا۔ کہ درّہ دولتانہ دراصل کوہ شہاب الدین میں واقع ہے۔ لیکن جدید تحقیق سے اس بات کی تردید ہو گئی ہے۔ سلم لیگ کی وادی اسی درّے کے قریب سے شروع ہوتی ہے۔

درّہ میر۔

یہ بھی سدِ سکندری کا مقبول عام درّہ ہے۔ بہت سا مال تجارت جو ساہر کو جاتا ہے۔ اسی درّہ کے راستہ سے گذرتا ہے۔ پنجاب کی ریاستوں سے جو کارڈ جاتے ہیں۔ ان کا راستہ بھی یہی ہے۔

درّہ جہان یا درّۂ شاہنواز۔

سدِ سکندری کا مشہور درّہ ہے۔ جو میاں کے ٹیلے میں درّہ میر کے عین بالمقابل واقع ہے۔

درّہ غضنفر۔

ایک تنگ درّہ ہے۔ جس کے دونوں طرف پُر ہیبت اور سنگلاخ چٹانیں پھیلتی چلی گئی ہیں۔ یہ درّہ بہت پر پیچ ہے۔ اور دور سے وادی لیگ کے بہت قریب معلوم ہوتا ہے۔ لیکن قریب جاؤ۔ تو وادی لیگ سے بہت دور سدِ سکندری کی چٹانوں میں گھرا ہوا نظر آتا ہے۔

اُچّل ڈنڈی۔

یہ درّہ مجیٹھ پہاڑ میں واقع ہے۔ اکالی جنگلات اور سندربن کی بہت سی پیداوار اسی درّہ کے رستے باہر بھیجی جاتی ہے۔ یہ درّہ اونچے اونچے اور گنجان درختوں سے گھِرا ہوا ہے۔

ان کے علاوہ اور بھی بہت سے درّے ہیں جن کا حال بڑی بڑی کتابوں میں لکھا ہے۔ چھارگہ پربت اور ست پڑا میں بھی بہت سے چھوٹے بڑے درّے ہیں جن میں زیادہ آمد و رفت تو نہیں ہوتی۔ البتہ وہ تجارتی مقاصد کے لئے بہت مفید ثابت ہوئے ہیں ۔

جھیلیں

جھیل دولتانہ۔

یہ میٹھے پانی کی بہت بڑی جھیل ہے۔ جو کوہ شہاب الدین اور سید سکندری کے درمیان واقع ہے۔ لیکن کہا جاتا ہے۔ کہ اب آہستہ آہستہ اس کا پانی کھاری ہوتا جاتا ہے۔ بظاہر اس کی سطح بالکل ساکن نظر آتی ہے۔ اور اس کے نیلگوں پانی پر مرغابیاں اور دوسرے آبی پرندے تیرتے پھرتے ہیں۔ لیکن یہ جھیل بہت گہری ہے۔ اور جھیل ولر کی طرح اس میں کشتی رانی بہت خطرناک ہے چنانچہ ہر سال اس میں بہت سی کشتیاں اور ڈونگے غرق ہو جاتے ہیں۔

دریا

دریائے ظفر علی خان

پنجاب کا سب سے بڑا دریا ہے۔ جو ہمیشہ اپنا راستہ بدلتا رہتا ہے۔ کسی زمانے میں اس دریا کی ہولناک موجیں ایک طرف سدِ سکندری سے جا ٹکراتی تھیں! اور دوسری طرف قادیان کے ٹیلوں تک جا پہنچتی تھیں۔ اور جب اس میں طغیانی آتی تھی۔ تو اتحادی سطحِ مرتفع کے باشندے الامان والحفیظ پکارتے ہوئے اپنے اپنے گھروں میں جا چھپتے تھے۔ لیکن اب اتحادی انجنیئروں نے اس کے دونوں کناروں پر مضبوط بند باندھ دیا ہے۔ اور اس پر واہ گے سیمنٹ سے ایک عظیم الشان پل تعمیر کیا ہے۔ جسے عہدِ جدید کی انجنیئری کا عظیم الشان کارنامہ سمجھنا چاہئے۔ پہلے اس سے آبپاشی بالکل نہیں ہو سکتی تھی۔ لیکن اب اس سے اتحادی سطحِ مرتفع کی اراضی کو سیراب کرنے کا کام لیا جا رہا ہے۔ اس میں اکثر مقامات پر خطرناک چٹانیں ہیں کئی جگہ آبشار بھی ہیں۔ اس لئے اس میں زیادہ دُور تک جہاز رانی نہیں ہو سکتی۔ کسی کو یقین نہیں۔ کہ دریائے ظفر علی خان ہمیشہ اسی حالت میں رہیگا۔

کیا عجب اس میں پھر کبھی بڑے زور کی طغیانی آئے۔ اور اس کی موجیں بند اور پل کو بہا کر لے جائیں۔ ابھی چند سال ہوئے۔ اس دریا میں بڑا زبردست سیلاب آیا تھا۔ جس نے احراری کاہستان کو زیر آب کر دیا تھا۔ دریائے ظفر علی خان پہلے سدِ سکندری سے ٹکراتا۔ وادی لیگ سے پہلو بچاتا۔ بحیرہ کانگریس میں ڈیلٹا بنا کے گرتا تھا۔ اب اتحادی سطح مرتفع اور وادی لیگ کو سیراب کرتا ہوا خلیج لیگ میں جا گرتا ہے۔

دریائے ظفر علیخان میں بہت سے چھوٹے چھوٹے دریا اور ندی نالے آ ملتے ہیں۔ جن میں دریائے اختر علی خان بہت مشہور ہے۔ یہ دریا اصل میں دریائے ظفر علیخان کی ہی ایک شاخ ہے۔ جو کرم آباد سے کچھ دور آگے بڑھ کر دریائے ظفر علی خان سے الگ ہو جاتا ہے۔ اور میدانی علاقے میں بڑے زور سے بہتا ہوا سکندر مونٹ کے مقام پر پھر دریائے ظفر علی خان سے آملتا ہے۔ یہ دریا اپنے ساتھ بہت سی مٹی بہا لاتا ہے۔ یہی وجہ ہے۔ کہ سکندر مونٹ سے آگے بڑھ کر دریائے ظفر علی خان کا پانی بہت گدلا نظر آتا ہے۔ اس کے علاوہ اور بہت سے چھوٹے چھوٹے ندی نالے مٹی بہا کے لاتے ہیں۔ اور دریائے ظفر علی خان میں شامل ہو جاتے ہیں۔ محققین کا خیال ہے۔ کہ اگر یہ عمل اسی طرح جاری رہا۔ تو دریائے ظفر علی خان ایک دن ایک وسیع دلدل بن کے رہ جائے گا۔ ان دونوں دریاؤں کے درمیان جو علاقہ ہے۔ اُسے دوآبہ زمیندار کہتے ہیں۔

دریائے سالک و دریائے مہر

یہ دونوں دریا پہلے دریائے ظفر علی خان کے معاون تھے۔ لیکن ۱۹۲۷ء میں ایک

لے یعنی اگر بحیرہ نہ ہوتا تو بیابان ہوتا۔

زلزلہ آیا تھا۔ جس نے ان کی گذرگاہ تبدیل کر دی۔ دریائے سالک کا پاٹ زیادہ ہے۔ اور دریائے مہر اگرچہ عرض میں اس سے کم ہے۔ لیکن زیادہ گہرا ہے۔ اس کے علاوہ لمبائی میں بھی اس سے زیادہ ہے۔ ان دونوں دریاؤں میں نہ کہیں چٹانیں ہیں۔ نہ آبشار دونوں خاموشی سے اپنے مقررہ راستہ پر بہتے چلے جاتے ہیں۔ اور ذرہ بھر ادھر ادھر نہیں ہوتے۔ دریائے سالک[1] میں سارا سارا سال کشتیاں چلتی رہتی ہیں۔ اور لوگ غوطے لگاتے اور موتی نکال لاتے ہیں۔ لیکن اکثر غوطہ خوروں اور شناوروں کو دریائے مہر کی طرف رُخ کرنے کی بھی جرأت نہیں ہوتی۔ یہ دونوں دریا بہتے ہوئے سکندر مونٹ کے قریب آپس میں مل جاتے ہیں۔ اور دریائے انقلاب کہلاتے ہیں۔ ان کے درمیان جو سرسبز اور زرخیز علاقہ ہے۔ اُسے دوآبہ مہر سالک یا دوآبہ مہر یا سالک کہتے ہیں۔ اکثر لوگ اس دوآبہ کو دوآبہ انقلاب بھی کہتے ہیں۔ یہ دونوں دریا اتحادی سطح مرتفع کے شمالی حصّہ سے نکلتے ہیں۔ اور خلیج لیگ کے قریب جا گرتے ہیں۔

دریائے نورا۔

چشمۂ نوب نور سے جو کشمیری بازار سے شمال کی جانب واقع ہے نکلتا ہے۔ میاں کے ٹیلے کے پاس سے گذرتا ہوا مٹی کے ساتھ ساتھ پتلی روئی نور نامہ ملک تک گیا۔ قصبہ شاہ بہرام اور بہت سی چھوٹی بڑی درسی کتابیں بہا لاتا ہے۔ کہتے ہیں سکندریہ کا کتب خانہ اسی دریا میں غرق ہوا تھا۔ یہ دریا کچھ ایسا گہرا تو نہیں۔ لیکن کتابوں کی گھٹی ہوئی

[1] اگلے صفحہ پر دیکھو۔

سیاہی کے باعث اس کا پانی بہت تاریک نظر آتا ہے۔ اور اکثر لوگ غلطی سے اسے بہت گہرا سمجھ لیتے ہیں۔ پہلے اس میں جہاز چلا کرتے تھے۔ لیکن اب صرف اسکولوں کے طالب علم اور مدرّس کبھی کبھی کتابوں کی تلاش میں اس کے تاریک سینہ پر کشتیاں اور ڈونگے دوڑاتے نظر آجاتے ہیں۔ اس دریا میں مچھلیاں نہیں ہوتیں۔ صرف کتابیں ملتی ہیں۔ اس لئے بیچارے مدرّس اسے اللہ کا بہت بڑا انعام اور احسان سمجھتے ہیں۔ اور اس کے طاس کو احسان کہتے ہیں۔ بہت چھوٹا دریا ہے۔ جتنا لمبا ہے اتنا ہی چوڑا بھی ہے۔ پہلے خلیج لیگ میں گرتا تھا۔ اب اس خلیج کے کچھ دُور شمال کی جانب صحرائے کالا باری کے ریت میں غائب ہو جاتا ہے۔ علمائے جغرافیہ ابھی تک فیصلہ نہیں کر سکے کہ اسے دریا کہنا چاہئے یا جھیل۔

دریائے گرشنا۔

ہندو سبھا کی ترائی سے عین شمال کی طرف آریہ سماج کی گھاٹیاں ہیں۔ جن سے دریائے گرشنا نکلتا ہے۔ یہ دریا کچھ دور تک بھارگو پربت اور ست پڑا کے درمیان میں سے ہو کر پتھروں سے سر ٹکراتا شور مچاتا گذرتا ہے۔ یہاں اس کا پاٹ بہت کم اور گہرائی بہت ہے۔ فردوسی نے محمود غزنوی کے متعلق کہا تھا ؎

خجستہ درگہِ محمود زابلی دریاست
چگونہ دریا کا نرا کرانہ پیدا نیست
چہ غوطہ ہا زدم و اندروں ندیدم دُر
گناہِ قسمت ما بُد گناہِ دریا نیست

زیادہ ہے۔ اس کوہستانی علاقے سے نکل کر جب یہ میدانی علاقے میں پہنچتا ہے۔ تو اس کا پاٹ زیادہ ہوجاتا ہے۔ یہ پنجاب کا بہت بڑا دریا ہے۔ اور ان پانچ دریاؤں میں سے ہے۔ جن کی وجہ سے اس صوبے کو پنجاب کہا جاتا ہے۔ یہ ہندوسبھا کی ترائی کے ساتھ ساتھ کانگریس کے کوہستانی علاقوں کو بھی سیراب کرتا ہے۔ لیکن اس کے بالائی حصہ میں چٹانیں کثرت سے ہیں اس لئے یہاں جہازرانی نہیں ہوسکتی۔ البتہ اس کا زیریں حصہ جہازرانی کے لئے بہت موزوں ہے۔ دریائے کرشنا کا طاس بہت زرخیز ہے اس کے بالائی حصہ کو پرکاش اور زیریں حصہ کو پرتاپ کہتے ہیں۔ ہندوؤں کے نزدیک یہ دریا بہت مقدس ہے۔ چنانچہ دور دور سے لوگ اس میں اشنان کرنے آتے ہیں۔ اور اس کا پانی بوتلوں میں بند کرکے لے جاتے ہیں۔ اس میں بہت چھوٹے چھوٹے دریا اور ندیاں آملتی ہیں۔

ویرندر ندی اس دریا کی ایک مشہور شاخ کا نام ہے۔ یہ ندی بہت سبک خرام ہے۔ اور سرخ و سپید سنگریزوں پر اونچے سروں پر ہلکی گیت گاتی چلی جاتی ہے۔ اس کا پانی بہت شیریں اور مصفےٰ ہے۔ اور اس کے کنارے کافی دور تک سبزہ زار پھیلتا چلا گیا ہے۔ پہلے اکثر شوقین لوگ صبح و شام ویرندر ندی کے کنارے آکر اس سبزہ زار اور آب رواں کا لطف اٹھاتے چھینٹے اڑاتے اور ڈبکیاں لگاتے تھے۔ لیکن اب اس کے کنارے خاردار جنگلے بنوا دیئے گئے ہیں۔ اور خاص خاص لوگوں کے سوا کسی کو اس کے قریب جانے کی اجازت نہیں۔ دریائے کرشنا جنوب کی طرف بہ کر خلیج مہاسبھا میں گرتا ہے۔

دریائے خورسند۔

یہ دریا آریہ سماج کی گھاٹیوں سے نکل کر کچھ دور دریائے کرشنا کے متوازی بہتا ہے
کانگرسی سلسلہ کوہ کے قریب پہنچکر یہ بہار گو پربت اور ستو پڑا دونوں سے پہلو
بچاتا ہوا دریائے پرمانند کے متوازی بہنے لگتا ہے۔ ہندو سبھا کی ترائی کو زرخیز
بنانے میں اس دریا کا بڑا حصہ ہے۔ سول نافرمانی کے موسم میں جب اونچے پہاڑوں
پر برف پگھلتی ہے۔ اور کوہستانی ندی نالے بہ نکلتے ہیں۔ تو اس دریا میں طغیانی
آجاتی ہے۔ اور اس کی موجیں کانگریسی کوہستان کی بلندیوں تک جا پہنچتی ہیں۔
اس کا پاٹ اچھا خاصا ہے۔ لیکن زیادہ گہرا نہیں۔ ہندوؤں کے نزدیک اس دریا کو
بھی تقدس حاصل ہے۔ اس دریا کے طاس کے بھی دو حصے ہیں۔ بالائی حصے کو آریہ گزٹ
اور زیریں حصہ کو ملاپ کہتے ہیں۔ اس میں ہمیشہ جہاز رانی ہوتی رہتی ہے۔
یہ دریا جنوب کی طرف بہتا ہوا خلیج مہاسبھا میں جا گرتا ہے۔

دریائے پرمانند۔

آریہ سماج کی گھاٹیوں سے نکل کر اکالی جنگلات کے پاس سے بہتا ہوا مغرب
کی طرف ہو بہتا ہے۔ اور دریائے خورسند کے متوازی بہنے لگتا ہے۔ ہندو سبھا
کی ترائی میں یہ دریا کچھ اس زور سے بہتا ہے۔ کہ آس پاس کی زمین کو زیر آب کر دیتا
ہے۔ چنانچہ اس عمل کی وجہ سے اس علاقے میں جا بجا وسیع دلدلیں پیدا ہو گئی ہیں۔
جہاں مچھر بڑی کثرت سے پرورش پاتے اور ہندو فیور پھیلاتے ہیں۔ یہ بہت
ہی خطرناک قسم کا بخار ہے جس نے پنجاب میں تباہی پھیلا رکھی ہے۔

دریائے پرمانند کے دونوں کناروں پر بہت دور تک چٹیل پہاڑیوں اور وحشتناک
بیابانوں کے سوا کچھ نظر نہیں آتا۔ ان پہاڑیوں پر جو تھوڑی بہت زراعت ہوتی ہے
حقوق کی برسات میں مینہ کا پانی اسے بہا لے جاتا ہے۔ اس عمل کو آپ بری یا
پن کٹ (Erosion) کہتے ہیں۔ پنجاب کی زرخیزی کو پن کٹ نے بہت نقصان
پہنچایا ہے۔ نارنگ سر اور نیشندرناگ جو مشہور گرم چشمے ہیں اسی دریا کے کنارے
واقع ہیں

کہتے ہیں۔ زمانہ قبل تاریخ میں دریائے پرمانند کانگریسی سلسلہ کوہ میں سے
بہتا ہوا کالے پانی میں جا گرتا تھا۔ پھر کچھ ایسے انقلابات ہوئے۔ کہ یہ ہندو بھائی ترائی
میں سے بہتا ہوا خلیج سرکار کے "گورے پانی" میں جا گرنے لگا۔ اس دریا کے طاس کو
ہندو کہتے ہیں۔

دریائے عجیب۔

اس دریا کا منبع ابھی تک معلوم نہیں ہو سکا۔ جغرافیہ والوں کا خیال ہے۔ کہ
سوسکت ری اور کانگریسی سلسلہ کوہ کے بعض نامعلوم حصوں کی تحقیق کرنے کے
لئے جو مہمیں بھیجی جا رہی ہیں۔ انہیں اگر اپنے مقصد میں کامیابی ہوئی۔ تو دریائے عجیب کا
منبع بھی معلوم ہو جائیگا۔ کسی زمانے میں یہ دریا مسلم لیگ کی وادی کو سیراب کرتا تھا
لیکن اب اس نے راستہ بدل لیا ہے۔ اور احراری کاہستان اور کانگریسی سلسلہ
کوہ کے درمیان بہتا ہے۔ بڑا تیز دریا ہے۔ خصوصاً جب یہ سکندر مونٹ کی

مہیب چٹانوں سے ٹکراتا اور آبشار بناتا ہوا بہتا ہے۔ تو بہت خوفناک معلوم ہوتا ہے یہاں اس میں جگہ جگہ گرداب پڑتے ہیں۔ اس کی موجیں کف آلود نظر آتی ہیں میدانی علاقے میں بھی پہنچکر اس کی تیزی میں فرق نہیں آتا۔ اور یہ اپنے زور میں کنارے کے علاقے سے بہت سی مٹی بہالاتا ہے۔ اس کے دہانے کے متعلق صرف اتنا معلوم ہوسکا ہے۔ کہ بحیرہ کانگرس میں یا اس کے قریب کے کسی سمندر میں گرتا ہے لیکن ابھی تک یہ بات تحقیق طلب ہے۔

دریائے ویرا۔

روایت ہے۔ کہ یہ دریا شری سوامی گنیش دت جی مہاراج کی جٹا سے نکلتا ہے اور بھارت ورش کے سناتن دھرمی نرناری کو لابھ پہنچاتا ہے۔ اس لئے پرانے خیال کے ہندو اس دریا کو بہت مقدس سمجھتے ہیں۔ کبھی زمانے میں ست پڑا کے ساتھ ساتھ بہتا تھا۔ اب بھارگو پربت کے پاس سے گزرتا ہے یہی وجہ ہے کہ اس کی ریت میں سونے چاندی کے ذرات ملتے ہیں۔ ہندوؤں کے دوسرے مقدس دریاؤں کی طرح یہ بھی غیر زراعت پیشہ دریا ہے۔ یعنی اس کے کنارے زراعت کے بجائے صرف بنج بیوپار ہوتا ہے۔

لہ سلیمان ساوجی نے دجلہ کی روانی دیکھ کر کہا تھا ؎

دجلہ را امسال رفتارے عجب مستانہ ایست
پائے در زنجیر کف برلب مگر دیوانہ ایست

یہ شعر دریائے ببیٖب پر بھی صادق آتا ہے۔

دریائے مرتضیٰ۔

پہلے ترکی میں بہتا تھا۔ پھر افغانستان میں بہنے لگا۔ اب مستقل طور پر ہندوستان آگیا ہے۔ اس دریا اور اس کے معاون دریاؤں نے کسی زمانے میں وہ ذخیر علاقہ بنایا تھا جسے احسان کہتے ہیں۔ اب اس دریا کا طاس شاہباز کہلاتا ہے۔ چڑیمار اس دریا کو مقدس سمجھتے ہیں۔ دریائے مرتضیٰ خلیج لیگ میں گرتا ہے۔

کانگریسی ندی نالے۔

بہار گو پربت اور ست پڑا سے بھی برسات کے موسم میں اکثر ندی نلے نکلتے رہتے ہیں۔ اس قسم کی ندیوں میں نیشنل کانگریس ندی بہت مشہور ہے جو ست پڑا سے ایک زمانے میں بہ نکلی تھی۔ یہ گدلے پانی کی ایک لمبی ندی تھی۔ جس میں بہت سی نالیوں اور موریوں کا پانی بھی آملتا تھا۔ بہر حال یہ صرف برساتی ندی تھی۔ اور اب خشک پڑی ہے۔

پارسی ندی بھی ست پڑا سے نکلتی ہے۔ اگرچہ یہ چھوٹی سی ندی ہے۔ لیکن اسکا پانی بہت میٹھا اور صاف و شفاف ہوتا ہے۔

دریائے سوَل۔

جسے دریائے انتظامی اور عام لوگوں کی بولی میں گورا دریا بھی کہتے ہیں۔ شمال کے ایک نامعلوم خطہ سے نکلتا ہے۔ اور جنوب کی طرف تیزی سے بہتا ہوا خلیج سرکار[1] میں گرتا ہے۔

---

[1] دریائے مرتضیٰ ترکی کا مشہور دریا ہے۔ اس کے کنارے ترکوں نے یونانیوں کو زبردست شکست دی تھی۔

میں جا گرتا ہے۔ اس کی سطح بظاہر ہموار معلوم ہوتی ہے۔ پانی صاف و شفاف ہے یہی وجہ ہے۔ کہ اسے گورا دریا کہتے ہیں۔ لیکن اس کے اندر بہت سی خوفناک چٹانیں ہیں۔ پہلے تو اس کا پانی بہت سپید معلوم ہوتا تھا۔ لیکن اب اس کی رنگت کسی قدر نیلگی مائل ہوتی جاتی ہے۔ سرکار نے اس کے بالائی حصہ سے ایک نہر نکالی ہے جسے جوئے نوڈیا "نہر اپر سوال" کہتے ہیں۔ اس نہر کے پانی کی کثیر مقدار کو ذخائر آب میں محفوظ کر لیا گیا ہے۔ نور دیریا نور بہیڑ بھی اصل میں اسی نہر کی فیاضی کا کرشمہ ہے جس کے پانی سے پنجاب کا بہت علاقہ سیراب ہوتا ہے۔ جو دریا خشک ہونے لگتے ہیں انہیں بھی اسی ذخیرہ آب سے پانی مہیا کیا جاتا ہے۔ یہ نہر اصل میں پانی کے لئے صرف سوال کی ہی مرہون منت نہیں۔ بلکہ جھیل دو تاند سے جو سرکاری نالے بہ نکلتے ہیں۔ ان کا پانی بھی اسی میں آملتا ہے۔ اور سرکاری مقاصد کے لئے استعمال ہوتا ہے۔

دریائے سوال پردیسی دھن میں پردیسی گیت گاتا ہوا بہتا ہے۔ اور دور سے بہت خوشنما معلوم ہوتا ہے۔ اس دریا کی بہار دیکھنا ہو۔ تو سکندر پوائنٹ پر کھڑے ہو کر دیکھئے۔

دریائے کالی

ہندو مہا سبھا کی پہاڑیوں سے کچھ آگے ایک بہت بڑا چشمہ ہے۔ جسے کالی ناگ کہتے ہیں۔ یہ دریا اسی چشمے سے نکلتا اور ہندو سبھا کی ترائی اور کانگریسی سلسلہ کوہستان سے مٹی اور سنگریزے بہا لاتا ہے۔ یہ دریا نہ بہت تیز رفتار ہے۔ نہ زیادہ آہستہ خرام

نہ اتنا وسیع ہے۔ کہ ادھر ادھر معلوم نہ ہو۔ نہ اس کا پاٹ اتنا چھوٹا کہ تھوڑے سے خرچ
میں پل بن سکے۔ نہ اتنا زیادہ گہرا ہے۔ کہ تہ کا کچھ حال معلوم نہ ہو۔ نہ اتنا کم گہرا۔ کہ جہاز
بھی نہ چل سکیں۔ طغیانی کے زمانے میں آس پاس کے علاقہ کو اس طرح زیرآب نہیں
کرتا۔ کہ بند باندھنے کی ضرورت محسوس ہو۔ اور جاڑے میں سمٹ کر اتنا چھوٹا بھی نہیں
رہ جاتا۔ کہ پایاب نظر آئے۔ غرض یہ دریا اپنی میانہ روی اور اعتدال کے لئے
مشہور ہے۔ کانگریسی سلسلہ کوہ اور ہندوسبھا کی ترائی دونوں کے باشندے اس
پر اپنا حق جتاتے ہیں۔ مگر ابھی تک یہ معلوم نہیں ہوسکا۔ کہ یہ دریا کس علاقہ کے
زیادہ رقبہ کو سیراب کرتا ہے۔ اس کا گیت دیسی ہے۔ مگر گیت کی دھن بدیسی
اس کا طاس جسے "تریبیون" کہتے ہیں۔ بہت زرخیز ہے۔

دریاؤں کے سلسلہ میں ایک بات یاد رکھنے کے قابل ہے۔ کہ پنجاب کے دریاؤں
سے کام لینے کے لئے ان میں جگہ جگہ بند باندھے گئے ہیں۔ ان میں سب سے زیادہ
بند دریائے ظفرعلیخان میں باندھے گئے ہیں۔ کیونکہ طغیانی کے زمانہ میں یہ دریا بہت
خطرناک ثابت ہوتا تھا۔ لیکن جب سے اس دریا کے بندوں میں سیمنٹ استعمال
کیا گیا ہے۔ اس سے زیادہ خطرہ نہیں رہا +

سوالات

۱۔ بتاؤ کوہ شہاب الدین کی اندرونی حرارت کیوں ختم ہو چکی ہے؟

۲۔ سکندر ماؤنٹ اور مظفر کوہ کا مقابلہ کرو۔

۳۔ بتاؤ کوہ چھوٹو رام پر کھڑے ہو کر ایک کے دو کیوں نظر آتے ہیں؟

۴۔ حاتم طائی کے قصے میں اگر تم نے کوہ ندا کا حال پڑھا ہے۔ تو بتاؤ کہ کیا میاں کے ٹیلے کو کوہ ندا کہنا صحیح ہے؟

۵۔ بتاؤ دریائے ظفر علیخان آج کل کہاں سے نکلتا ہے اور کہاں گرتا ہے؟

۶۔ بتاؤ وہ کون کون سے آلات ہیں۔ جن سے دریائے صبر کی گہرائی ناپی جاسکتی ہے۔ کیا تم بانس سے اس دریا کی گہرائی معلوم کر سکتے ہو؟

۷۔ دریائے نورا کون کون سی کتابیں بہا لاتا ہے۔

۸۔ کیا تم نے کبھی دیر مدر ندی دیکھی ہے؟ اگر دیکھی ہے تو اس کے متعلق اپنے تجربات بیان کرو؟

۹۔ ہندو فیور کہاں کہاں ہوتا ہے؟ اور گورا پانی کسے کہتے ہیں؟

چوتھا باب
پیداوار

اس کتاب کے پہلے باب میں پنجاب کی قدرتی تقسیم کا ذکر کرتے ہوئے ہم مجمل طور پر پیداوار کے بڑے بڑے خطوں کا حال بیان کر چکے ہیں۔ اب ہم ان خطوں کی پیداوار کا ذکر تفصیل سے کرتے ہیں

اتحادی سطح مرتفع۔

ہر قسم کی پیداوار کے اعتبار سے بہت مشہور ہے۔ کوہ چھولو رام کی گمنامیوں کے ساتھ ساتھ تعلی اور خود ستائی کی پیداوار روز بروز بڑھتی جا رہی ہے۔

میاں کے ٹیلے کے آس پاس غرور و نخوت کے ساتھ ساتھ جہالت کی پیداوار ترقی پر ہے۔ اور وہ آب و ہوا سالک میں مسلمانوں کے حقوق اور افکار و حوادث کے سوا اور کچھ نہیں پیدا ہوتا۔

زرعی بل جنہیں بعض لوگ کالے اور بعض سنہری قوانین کہتے ہیں۔ پنجاب کی خاص پیداوار ہیں۔ فوجی قانون اتحادی سطح مرتفع چھوڑ پورے پنجاب میں کہیں نہیں پیدا ہوتا۔ لیکن اتحادی سطح مرتفع میں اس کی جتنی کھپت ہے۔ ہندوستان کے کسی دوسرے حصّہ میں نہیں۔ اس لئے دساور سے بہت بڑی مقدار میں آتا۔ اور یہاں خوب فروخت ہوتا ہے۔ اکثر حصّوں میں تو لوگوں کی زندگی کا مدار اسی قانون پر ہے۔ اس قانون کے استعمال سے اس علاقہ میں سپاہی۔ حوالدار۔ جمعدار۔ صوبیدار۔ لفٹنٹ۔ کپتان اور میجر پیدا ہوتے ہیں۔ جو پنجاب میں تو بیکار ہیں۔ لیکن بصرہ۔ بغداد۔ یافہ۔ القدس۔ لندن۔ پیرس اور ہانگ کانگ تک جاتے ہیں۔ اور خاصی قیمت پاتے ہیں۔ یہ تجارت پنجاب کی آمدنی کا بہت بڑا ذریعہ ہے۔

اتحادی سطح مرتفع میں کھاد کے گڑھے۔ روشندان۔ مچھر دانیاں زمیندار بنک اور مصالحتی بورڈ بھی خوب پیدا ہوتے ہیں۔ اور زیادہ تر اسی علاقہ کے لوگوں کے کام آتے ہیں۔

کسی زمانہ میں یہاں سرکاری ملازمین کی پیداوار بہت کم تھی۔ لیکن جب سے ووٹ کی مانگ زیادہ ہوئی ہے۔ اس علاقہ میں سرکاری عہدیداروں

کی پیداوار بڑھتی جاتی ہے۔ اوراب توخدا کے فضل سے یہاں اعلےٰ درجہ کے وزیر اور نہایت نفیس قسم کے پارلیمنٹری سیکرٹری بھی پیدا ہوتے ہیں۔ اور بڑی بڑی قیمتیں پاتے ہیں۔

کانگریسی کوہستان

اس کوہستان میں اتحادی سطح مرتفع کی طرح ہر قسم کی پیداوار تو نہیں ہوتی پھر بھی اس علاقہ میں بعض چیزیں ایسی ملتی ہیں جو اتحادی سطح مرتفع میں پیدا ہی نہیں ہوتیں۔ اس علاقہ کی سب سے بڑی پیداوار "لیڈر" ہے۔ جو بعض اوقات دساور کو بھیجا جاتا ہے۔ لیکن پنجاب کا لیڈر نہ زیادہ طاقتور ہوتا ہے۔ نہ زیادہ میٹھا۔ اس لئے گجرات۔ مہاراشٹر۔ یو۔ پی اور بنگال کے لیڈر سے کم قیمت پاتا ہے۔ البتہ پنجاب کی بعض منڈیوں مثلاً۔ ادکاڑہ۔ فیروزپور۔ موگہ۔ امرتسر وغیرہ میں اس کے اچھے خاصے دام مل جاتے ہیں۔ تحقیق سے معلوم ہوا ہے۔ کہ اس میں بعض وٹامن سرے سے مفقود ہیں۔ اس لئے جو لوگ صرف پنجاب کا لیڈر استعمال کرتے ہیں۔ انہیں اکثر بیری بیری کا عارضہ ہو جاتا ہے۔ اب پنجاب میں بھی اعلےٰ درجہ کا مقوی لیڈر پیدا کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ اور اتحادی سطح مرتفع کے ایک وسیع رقبہ میں لیڈر کی کاشت اور نگہداشت اور اس کے لئے مناسب کھاد بہم پہنچانے کا انتظام ہو رہا ہے۔ اس وقت تک لیڈر کی کاشت میں مصنوعی کھاد استعمال کی جاتی رہی ہے۔ مگر اب ایسی کھاد مہیا کرنے کا انتظام ہو رہا ہے۔ جس میں صرف سونے کے اجزا ہوں۔

کانگریسی کوہستان کی ڈھلوانوں پر چرخہ اور کھدر کی کھیتی بھی ہوتی ہے۔ لیکن اس قدر کم کہ یہاں کے باشندوں کی ضروریات کے لئے کافی نہیں ہوتی البتہ لیڈر خوب پیدا ہوتے ہیں۔ اور خاص خاص موسموں میں بڑی قیمت پاتے ہیں۔ ست پڑا کے اکثر حصے بالکل چٹیل ہیں۔ لیکن بھار گو پربت میں بہت سی سونے چاندی کی کانیں بھی ہیں۔

احراری کاہستان۔

احراری کاہستان میں بھیڑ بکریوں کی کثرت ہے۔ جن کے دودھ اور مکھن سے اس علاقہ کے خانہ بدوش قبائل پرورش پاتے ہیں۔ لیڈر یہاں بھی کثرت سے پیدا ہوتا ہے۔ اگرچہ احراری کاہستان کا لیڈر کانگریسی کوہستان کے لیڈر سے مٹھاس میں بہت کم ہے۔ بلکہ یوں کہنا چاہئے کہ اس کے ذائقہ میں کسی قدر کھٹا پن پایا جاتا ہے۔ تاہم کاہستانی لیڈر اور کوہستانی لیڈر سے زیادہ حتاشور ہوتا ہے۔ اس لئے دساور کو بھی بھیجا جاتا ہے۔ چنانچہ یو۔پی میں اس کی کھپت بہت زیادہ ہے۔ لیکن احراری کاہستان کا لیڈر یو۔پی میں مدح صحابہ کے کام آتا ہے۔

اس کاہستان میں کھیتی باڑی کی طرف توجہ نہیں کی جاتی۔ اکثر اوقات یہ خانہ بدوش قبائل کھیتی باڑی شروع کرتے ہیں۔ اور وقت پر بارش نہ ہونے کے باعث ساری محنت اکارت جاتی ہے۔ کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا ہے۔ کہ یہ لوگ کھیتوں کو چھوڑ کر بھیڑ بکریوں سمیت چل کھڑے ہوتے

ہیں۔ اور کسی سرسبز مقام میں پہنچ کر ڈیرے ڈال دیتے ہیں۔ اس لئے یہاں لیڈر کی کاشت کا بھی کوئی معقول انتظام نہیں۔ چنانچہ بعض حصوں میں تو لیڈر خودرو بھی ہوتا ہے۔

احراری کاہستان میں خودرو بلم ٹیر کثرت سے ہوتا ہے۔ یہ بلم ٹیر سرخ رنگ کا اور بہت بڑا ہوتا ہے۔ لیکن اس کے ذائقے میں بھی کسی قدر کسیلاپن ہے۔ سیالکوٹ کاہستانی بلم ٹیر کی ایک بڑی منڈی ہے۔ اس علاقے میں "انقلاب زندہ باد" اور "لوڈی بچہ ہائے ہائے" بھی پیدا ہوتا ہے۔ لیکن بہت کم اصل میں یہ علاقہ کھیتی باڑی کے قابل نہیں۔ اتحادی سطح مرتفع کی طرح یہاں نہ دریاؤں کی کثرت ہے۔ نہ ان سے نہریں نکالی گئی ہیں۔ یعنی آبپاشی کا کوئی انتظام نہیں صرف بارش پہ کھیتی باڑی کا مدار ہے۔ سو یہاں بارش بھی کم ہوتی ہے۔

اشتراکی جوالا مکھی کا علاقہ۔

یہ علاقہ جو اپنے آتش فشاں پہاڑوں کی وجہ سے مشہور ہے۔ بہت کم زرخیز ہے۔ یہاں دساور سے بہت سا مال آتا ہے۔ لیکن دساور میں یہاں کے مال کی بہت کم کھپت ہے۔ یہاں پہلے باہر سے "آئڈیالوجی" آیا کرتی تھی لیکن اب "آئڈیالوجی" کی فصل یہاں بھی اچھی خاصی ہو جاتی ہے۔ "بیزاری" بھی بہت ہوتا ہے۔ لیکن ابھی تک زیادہ قیمت نہیں پاتا۔ "بورژوا" قسم کے لیڈر کو جو بہت میٹھا ہوتا ہے۔ یہاں کے لوگ بہت ناپسند کرتے ہیں۔

۱۸۰۹۸

لیکن خود اس علاقہ میں جو لیڈر پیدا ہوتا ہے. وہ بورژوا" قسم کا ہوتا ہے۔ البتہ کانگریسی سلسلۂ کوہ کے "بورژوا" لیڈر سے چھوٹا اور کسی قدر ترشی لئے ہوئے۔ کانگریسی سلسلۂ کوہ کے لوگ اسے خوب استعمال کرتے ہیں۔ یعنی کچّا بھی استعمال ہوتا ہے۔ اور چٹنی اور مربہ وغیرہ کے کام بھی آتا ہے، اور اب تو اس کا "فرسٹ بلاک" بھی بن گیا ہے۔ جو ہر جگہ مقبول ہے۔ یہ اور بات ہے۔ کہ اشتراکی جو الا مکھی کے علاقے ہیں اکثر لوگ اسے "فراڈ" سمجھتے ہیں۔

اس علاقے میں "اکنامک بیک گراونڈ" باہر سے بھی آتی ہے۔ اور خود یہاں بھی پیدا ہوتی ہے۔ یہاں پہلے "مشاعرہ" سرے سے ہوا ہی نہیں کرتا تھا۔ اور اس کا کام "آئڈیا لوجی" سے لیا جاتا تھا۔ شاعر بھی خال خال نظر آتا تھا۔ لیکن جب سے اکالی جنگلات میں "کوی" قسم کا "شاعر" اور "کوی دربار" قسم کا مشاعرہ پیدا ہونے لگا ہے۔ اس علاقہ میں بھی "انقلابی شاعر" اور "انقلابی مشاعرہ" پیدا کرنے کی کوششیں کی جارہی ہیں۔ اور اس معاملہ میں یہاں کے لوگوں کو خاصی کامیابی ہوئی ہے۔ لیکن ابھی یہاں شاعر اتنی مقدار میں پیدا نہیں ہوتا۔ کہ باہر بھیجا جا سکے۔

اصل میں شاعر اور شاعری پنجاب کے باشندوں کی عام غذا ہے۔ اور صوبہ بھر میں اس کثرت سے پیدا ہوتی ہے۔ کہ بہت بڑی مقدار میں باہر بھی بھیجی جاتی ہے۔ اور صوبہ کا بھلا اسی میں ہے۔ کہ شاعری کی فصل کو بڑھانے

کی کوشش کی جائے۔ ماہرین زراعت کا خیال ہے۔ کہ اگر اشتراکی جوالا لکھی کے علاقہ میں شاعر اور شاعری کی پیداوار کو ترقی دی جائے۔ تو "کنا لک بیاک گراونڈ" اور "آنٹیالوجی" کی خاردار جھاڑیاں جو شکل وصورت میں اونٹ کٹارا سے ملتی جلتی ہیں۔ اور آتش فشاں پہاڑوں کے اردگرد جگہ جگہ نظر آتی ہے۔ بالکل معدوم ہو جائیں گی۔ اور "چھٹے گوار گندے" کی قسم کی شاعری ان کی جگہ لے کر جوالا مکھی کی اندرونی حرارت کو ختم کر دے گی۔

ہندوسبھا کی ترائی۔

ہم بتا چکے ہیں۔ کہ ہندوسبھا کی ترائی کی آب و ہوا مرطوب ہے اور یہاں بہت سی دلدلیں پیدا ہو گئی ہیں۔ جن میں مچھر کثرت سے پیدا ہوتے ہیں۔ ان میں سب سے بڑی دلدل کا نام "مہا بیر دلدل" ہے۔ یہاں "گنا دیر ؤزہ" کی پیداوار ترقی پر ہے۔ تھالی کا بینگن اور بھوت بھی بڑی مقدار میں پیدا ہوتے ہیں۔ اور یہاں سے دوسرے علاقوں کو بھیجے جاتے ہیں۔ ابھی پچھلے دنوں آریہ سماج کی پہاڑیوں میں سونے کی ایک کان بھی نکلی ہے۔ جسے ستیہ گرہ کی کان کہتے ہیں۔ تحقیقات سے معلوم ہوا ہے۔ کہ دریائے شودرسند اور دریائے کرشنا کی تہ میں جو ریت کے ذرات پائے جاتے ہیں۔ وہ اصل میں اسی کان کے فیض و اثر کا کرشمہ ہیں۔ اس کان کے آس پاس کے علاقہ کی مٹی "لیڈر" کی پیداوار کے لئے بہت مفید ثابت ہوئی ہے۔ اور کھاد کے طور پر استعمال کی جاتی ہے۔ عام طور پر یہاں کا لیڈر بہت پھیکا اور بے مزہ

ہوتا ہے۔ اور طاقت میں بھی دوسرے علاقوں کے لیڈر سے بہت کم۔
لیکن اس کی کھاد کے استعمال سے یہاں بہتر قسم کا لیڈر پیدا ہونے لگا ہے
مہاسیر دلدل کے علاقے میں "بلّم ٹیر" بھی پیدا ہوتا ہے۔ لیکن احراری کاہستان
اور کانگرسی کوہستان کے بلّم ٹیر سے بہت چھوٹا۔ "ستیا گرہ" کی کانوں کے دریافت
ہونے کے بعد یہاں کے بلّم ٹیر کی پیداوار ترقی کر رہی ہے۔ چنانچہ یہاں سے
بڑی کافی مقدار میں جنوبی ہند کو بلّم ٹیر بھیجا جا رہا ہے۔

پھولوں میں یہاں "لالہ" بہت ہوتا ہے۔ جو آہستہ آہستہ نافرمان بنتا
جاتا ہے۔ پھلوں میں "بہی" کی کثرت ہے۔ ایک قسم کا شہدانہ بھی پیدا ہوتا
ہے۔ جسے "مہاشہ" کہتے ہیں۔ یہاں کا ہر باشندہ "بہی کھاتا" ہے۔

وادیٔ لیگ

یہ وادی اگرچہ بہت چھوٹی ہے۔ لیکن اس میں ہر قسم کی جنس پیدا
ہوتی ہے۔ ایڈیٹر بھی ہوتے ہیں۔ مولوی لیڈر۔ اور بلّم ٹیر بھی لیکن وادیٔ لیگ
کی پیداوار پنجاب سے زیادہ یو۔پی میں فروخت ہوتی ہے۔ اس وادی کا ایک
حصہ جو دریائے ظفر علی خان کی گذرگاہ ہے ملتِ اتحاد کہلاتا ہے۔ اور خاصا
سرسبز علاقہ سمجھا جاتا ہے۔ یہاں مانسہروی قسم کا مولوی بھی پیدا ہوتا ہے۔
اور بہت قیمت پاتا ہے۔ البتہ لاہوری قسم کا پروفیسر بہت ارزاں ہے۔
اور خاص خاص موسموں میں دو پیسے سیر بکتا ہے۔ ثانوی دستکاریوں میں
مرغیاں پالنے کی طرف لوگوں کی توجہ زیادہ ہے۔ اور لاہور میں جتنے انڈے

اور مرغیاں صرف ہوتی ہیں۔ وہ اسی سے آتی ہیں۔ مردہ باد اور زندہ باد بھی یہاں کثرت سے ہوتے ہیں۔ جلسہ اور جلوس تو یہاں کی خاص پیداوار ہیں جلوس اگرچہ بہت چھوٹا ہوتا ہے۔ لیکن جلسے سے زیادہ قیمتی سمجھا جاتا ہے۔ ستیاگرہ اور سول نافرمانی یہاں بھی ہوتے ہیں۔ لیکن بہت کم جلوس۔ تقریر قرار داد۔ "ہم مطالبہ کرتے ہیں"۔ اور "وقت آگیا ہے"۔ "ہم بتا دینا چاہتے ہیں" کی کثرت ہے۔

وادی لیگ کے مشرق میں صحرائے خاکساران کا علاقہ ہے۔ اکثر محققین اسے بھی وادی لیگ کا ایک حصہ سمجھتے ہیں۔ ابتدا میں تو صحرا بہت چھوٹا سا تھا۔ لیکن آہستہ آہستہ بہت وسیع ہوتا جاتا ہے۔ یعنی وادی لیگ کے سرسبز و شاداب حصے جن کی سرحد صحرائے خاکساراں سے ملتی ہے۔ بے آب و گیاہ میدان بنتے جاتے ہیں۔ کوئی عجب نہیں۔ کہ کسی زمانے میں سارا پنجاب بالعموم اس صوبے کا بہت بڑا حصہ صحرا بن کر رہ جائے۔ صحرائے اُبرسی زدنا" بھی ایک زمانے میں نہایت سرسبز و شاداب علاقہ تھا۔ لیکن اب وہاں چٹانوں، پتھروں اور ریت کے تودوں کے سوا کچھ نظر نہیں آتا۔ محققین کہتے ہیں۔ کہ زمین کے بعض حصے نشو و نما کی قوت سے اس حد تک محروم ہو جاتے ہیں۔ کہ بڑے بڑے درخت بھی پتھروں اور چٹانوں کی صورت اختیار کر لیتے ہیں۔ وادی لیگ میں بھی اسی قسم کا عمل جاری ہے۔ یعنی وہاں کے درخت منجمد ہوتے جاتے ہیں۔ صحرائے خاکساراں میں جیسے صحرائے مشرقی

بھی کہتے ہیں۔ ایک مٹیالے رنگ کی مخلوق ہوتی ہے۔ جسے خاکسار کہتے ہیں یہاں صرف ایک قسم کی بیل پیدا ہوتی ہے جس کا نام بیلچہ ہے بیلچہ کا پھل بہت مقوی ہے۔

وادیٔ لیگ کا خطہ اور اتحادی سطح مرتفع اگرچہ پاس پاس واقع ہیں۔ چنانچہ اکثر لوگ غلطی سے وادیٔ لیگ کو اتحادی سطح مرتفع اور اتحادی سطح مرتفع کو وادیٔ لیگ سمجھ لیتے ہیں۔ لیکن دراصل یہ دونوں علیحدہ علیحدہ خطے ہیں۔ اور ان دونوں کی پیداوار میں بہت بڑا فرق ہے۔ البتہ دونوں علاقوں میں ایڈیٹر۔ مولوی۔ لیڈر اور بلم ٹیر ایک ہی قسم کے ہوتے ہیں۔

اکالی جنگلات کا خطہ

اس خطہ میں ہر طرف گنجان جنگل پھیلے ہوئے ہیں۔ جن میں چھوٹے چھوٹے جانوروں کی کثرت ہے۔ یہاں ڈھولک اور جھانجھ۔ دیوان کیرتن اور کوئی دربار کثرت سے پیدا ہوتے ہیں۔ امرت۔ پاہل۔ گنگا یعنی کڑاہ پرشاد یہاں کی تمام پیداوار ہے۔ یہاں کا لیڈر خالص ہوتا ہے اسی لئے اسے خالصہ کہتے ہیں۔ یہاں کے بلم ٹیر عام طور پر "نہنگ" اور "بر" قسم کے ہوتے ہیں۔ ذائقہ کے اعتبار سے کسی قدر تلخ لیکن بہت مقوی اکالی جنگلات اور اس کے آس پاس کے علاقوں کی پیداوار اگرچہ پنجاب کی پوری پیداوار کا ساتواں حصہ بھی نہیں پھر بھی اس علاقے کے لوگوں کی یہی کوشش ہے۔ کہ اس خطہ کی پیداوار پنجاب کی کل پیداوار کی تہائی جتنی قیمت پائے۔

اکالی جنگلات کے ساتھ ساتھ دُور تک ان جنگلات سے ملتا جلتا علاقہ پھیلتا چلا گیا ہے۔ جیسے "خالصہ سرکار" سمجھا جاتا ہے۔ اس علاقہ میں جمعدار لفٹنٹ۔ صوبیدار۔ کپتان کثرت سے پیدا ہوتے ہیں۔ اور بصرہ۔ بغداد۔ جرمنی فرانس اور چین تک بھیجے جاتے ہیں۔

عام پیداوار

دیٹر اور بلمّ ٹیر صوبہ بھر میں ہر جگہ پیدا ہوتا ہے۔ کہیں کم اور کہیں زیادہ کہیں بڑا اور کہیں چھوٹا۔ کہیں بیٹھا کہیں نکھٹا۔ صوبہ کے کسی حصہ میں چلے جاؤ شاعر اور مشاعرہ بھی دونوں موجود ہیں۔ البتہ کہیں کہیں شاعر ناقدری کی وجہ سے "سائر" بن گیا ہے۔ اور مشاعرہ "مسائرہ"۔

چودھری۔ سردار۔ راجہ۔ خان۔ لالہ بھی کثرت سے پیدا ہوتے ہیں مہاشہ بھی بہت ہوتا ہے۔ پنجاب میں بھی اس کی بہت مانگ ہے۔ وسا ور کو بھی بھیجا جاتا ہے۔ اور بہت قیمت پاتا ہے۔ خاص طور پر ریاست حیدر آباد دکن میں تو لسے ڈبوں میں بند کر کے بھیجا جاتا ہے۔ اور لاکھوں روپے کا کاروبار ہوتا ہے۔

ایڈیٹر بھی پنجاب کی خاص پیداوار ہے۔ اور ملک کے ہر قصبے میں ہوتا ہے۔ بڑے بڑے شہروں میں بڑا ایڈیٹر ہوتا ہے۔ جس میں لیڈری کے خواص بھی پائے جاتے ہیں۔ چھوٹے چھوٹے شہروں میں چھوٹا ایڈیٹر جسے اکثر لوگ اخبارچی کہتے ہیں۔

پنجاب کی پیداوار میں مولوی اور سجادہ نشین بھی بہت اہمیت رکھتے ہیں۔ مولوی ایک ریشہ دار پھل ہے۔ آم اور ناریل کے بین بین۔ زیادہ ریشہ دار ہو تو مولانا۔ ریشہ کم ہو تو مولوی۔ ذائقہ میں کسی قدر کڑواہٹ لئے ہوئے۔ پرانی کتابوں میں لکھا ہے۔ کہ یہ پھل بعض امراض میں بہت مفید ہے۔ یعنی اس کے استعمال سے ایمان کو تقویت ہوتی ہے۔ دل کی رنگت نکھرتی ہے۔ لیکن زمانہ حال کے تجربات سے اس کی تصدیق نہیں ہوتی۔ اکثر لوگوں کا خیال ہے۔ کہ اب پرانے زمانے جیسا مولوی پیدا نہیں ہوتا۔ اس لئے اگلے سے خواص نہیں رہے۔ اب بے ریشہ مولوی اور مولانا بھی پیدا ہونے لگا ہے۔ جو ریشہ دار مولوی اور مولانا سے زیادہ استعمال ہوتا ہے۔

سجادہ نشین ظاہری صورت شکل میں مولوی سے بہت ملتا جلتا ہے اس کے خواص بھی تقریباً وہی ہیں۔ جو مولوی کے۔ لیکن عام طور پر یہ سمجھا جاتا ہے۔ کہ سجادہ نشین مولوی سے زیادہ زود اثر ہے۔ نئے زمانے کے محققوں کو اس خیال کی صحت تسلیم کرنے سے بھی انکار ہے۔ وہ کہتے ہیں۔ کہ اس زمانے کا سجادہ نشین مولوی سے زیادہ مضر اور بہت خواب آور ہے۔

پنجاب میں تھالی کا بینگن بھی کثرت سے پیدا ہوتا ہے۔ اور صوبہ کے ہر قصبہ میں استعمال ہوتا ہے۔ یہ صوبہ بھر میں ہر جگہ ملتا ہے۔ اور

بہت قیمت پاتا ہے۔ بہت شیریں اور خوش ذائقہ ترکاری ہے۔ اور ہر موسم اور ہر قسم کی آب و ہوا میں پیدا ہوتی ہے۔

انجمن۔ سماج۔ کمیٹی۔ مجلس اور کانفرنس کے لئے بھی پنجاب بہت مشہور ہے۔ یہ سب ایک ہی قسم کی خود رو پیداوار ہے۔ صرف مختلف علاقوں کے باشندوں نے اس کے الگ الگ نام رکھ لئے ہیں۔ اب تو اس کی باقاعدہ کاشت کا انتظام ہو گیا ہے۔ اور مختلف مقامات پر سرکار نے اس کی کاشت کے لئے فارم کھول دیئے ہیں۔ نئی تحقیق یہ ہے۔ کہ اس قسم کی مصنوعی پیداوار مشین کے ذریعے بھی تیار ہو سکتی ہے۔ اور اس کے ذریعے بے روزگاری کے مسئلہ کا حل باآسانی کیا جا سکتا ہے۔

مولوی اور ایڈیٹر دونوں زیادہ تر ایسے مقامات پر پیدا ہوتے ہیں۔ جہاں انجمن، سماج وغیرہ کے کھیت کثرت سے موجود ہیں۔ ایڈیٹر بھی ان دونوں کے پاس پاس پیدا ہوتا ہے۔

ایڈیٹر پہلے خود رو ہوا کرتا تھا۔ اب اس کی کاشت کا انتظام ہو گیا ہے جگہ جگہ اس کے فارم ہیں۔ جنہیں نور بیڈ کے پانی سے جن میں معدنی اجزا کثرت سے ہیں۔ سیراب کیا جاتا ہے۔ سرکاری اشتہارات کی معدنی کھاد بھی ایڈیٹر کی کھاد کے لئے بہت مفید ثابت ہوئی ہے۔

صوفی۔ ملا۔ پیش امام۔ سجادہ نشین۔ مشائخ اگرچہ اس صوبے کی بہت دولت ہیں۔ لیکن ابھی تک یہ بھی خود رو ہیں۔ کبھی کبھی کوئی ایسا

ناقص قسم کا صوفی یا ملا بھی پیدا ہو جاتا ہے۔ جو ساری فصل کو بہت نقصان پہنچاتا ہے۔ احراری کیڑے بھی کبھی کبھی فصل کا ستیاناس کر جاتے ہیں۔ اب ان کی روک تھام کی تدبیریں ہو رہی ہیں۔ جو ابھی تک کامیاب ثابت نہیں ہوئیں

زمیندار۔ کسان پنجاب کی مشہور پیداوار ہیں۔ لیکن لالہ کی فصل سے انہیں سخت نقصان پہنچ رہا ہے۔ کیونکہ جہاں جہاں لالہ کی پیداوار ترقی پر ہے۔ وہاں زمیندار کسان کی نشوونما کم ہو جاتی ہے۔ لالہ کی بھی دو قسمیں ہیں۔ کلرک قسم کا لالہ اور ساہوکار قسم کا لالہ۔ کلرک قسم کا لالہ تو چنداں مضر نہیں۔ البتہ ساہوکار قسم کا لالہ بہت نقصان رساں ثابت ہوا ہے۔

انجمن۔ ایسوسی ایشن۔ کانفرنس مجلس پہلے قدرتی ہوتی تھی۔ اور وہ بھی زیادہ تر خودرو۔ لیکن اب مصنوعی بھی ہوتی ہیں۔ سب سے اچھی قسم کو انجمن کہتے ہیں۔ پنجاب میں آل انڈیا قسم کی انجمنیں اس کثرت سے ہیں کہ ہر گھر کے سامنے اس کے چند پودے ضرور ہیں۔ اور جہاں پودے نہیں وہاں گملے میں ہی ایک آدھ آل انڈیا انجمن بہار دے رہی ہے۔

کسی زمانے میں کانگرسی۔ احراری وغیرہ کی کثرت کے لئے پنجاب بہت مشہور تھا۔ لیکن کانگرسی اور احراری کی فصل کم ہوتی جا رہی ہے۔ اگرچہ مسلم لیگی کی ترقی کے لئے بڑی کوشش ہو رہی ہے۔ تاہم پنجاب کی آب و ہوا اس کے لئے موزوں نہیں۔ البتہ خاکسار کی فصل ترقی پر ہے۔ اکالی نہنگ۔ نامدھاری بھی بہت ہوتے ہیں۔ اور خاصی قیمت پاتے ہیں۔

سوالات

(۱) بلم ٹیر اور پیڈر میں کیا فرق ہے؟ دونوں کو اچھی طرح دیکھ کے سونگھ کے اور چکھ کے بتاؤ؟

(۲) بہی کھاتہ۔ لالہ رسا ہو کار کہاں کہاں پیدا ہوتے ہیں؟

(۳) اکالی جنگلات کی پیداوار کا حال مختصر طور پر لکھو؟

(۴) پنجاب کے سپاہی۔ حوالدار۔ جمعدار۔ صوبیدار۔ کپتان بہتر کی مانگ کہاں کہاں ہے؟

(۵) ریشہ دار مولوی اور بے ریشہ مولوی میں کیا فرق ہے؟ بے ریشہ مولوی کی رنگت ذائقہ وغیرہ کے متعلق تمہیں جو کچھ معلوم ہے تفصیل سے لکھو۔

(۶) ایڈیٹر کی کاشت کے لئے سب سے زیادہ کون سی کھاد موزوں ہے۔ لور ہیڈ کہاں واقع ہے۔ اور ایڈیٹر کی کاشت میں کیوں مفید ثابت ہوا ہے۔

(۷) لاہور میں آل انڈیا انجمنوں کے جو کھیت ہیں۔ اُن کا مجموعی رقبہ کیا ہے؟ کسی پٹواری سے پوچھ کر بتاؤ۔

پانچواں باب

صنعت وحرفت۔ تجارت وغیرہ

پنجاب زراعتی صوبہ ہے۔ صنعت وحرفت نے یہاں بہت کم رواج پایا ہے۔ پھر بھی کچھ عرصہ سے یہاں بعض خاص خاص صنعتوں کی جانب اچھی خاصی توجہ کی جا رہی ہے۔

جن علاقوں میں بلم ٹیروں اور لیڈروں کی زراعت کثرت سے ہوتی ہے۔ وہاں انجن سازی فروغ پر ہے۔ انجن سازی پہلے محض ایک گھریلو

دست کاری کی حیثیت رکھتی تھی۔ لیکن اب لیڈروں اور بلم ٹیروں کے کھیتوں کے پاس پاس انجن سازی کے کارخانے کھل گئے ہیں۔

کاغذ رنگنا بھی پنجاب کی بڑی مشہور صنعتوں میں سے ہے۔ اور پنجاب کے بڑے بڑے شہروں خصوصاً لاہور میں ہر روز سینکڑوں من کاغذ سیاہ اور سرخ روشنائی سے رنگ کے وساور کو بھیجا جاتا ہے۔ رنگے ہوئے کاغذوں کی کئی قسمیں ہیں۔ سستی قسم کے رنگے ہوئے کاغذ اخبار اور رسالے کہلاتے ہیں۔ اور اعلیٰ قسم کے کاغذوں کو کتاب کہا جاتا ہے۔ جہاں جہاں اخبار نویسی کے کھیت ہیں۔ وہاں وہاں کاغذ رنگنے کی صنعت بڑے زوروں پر ہے۔ اخبار نویسی کے کھیت عام طور پر لیڈروں اور بلم ٹیروں کے کھیتوں کے پاس پاس ہوتے ہیں۔ اس لئے انجن سازی اور اخبار نویسی یا دوسرے الفاظ میں کاغذ رنگنے کے کارخانے ایک دوسرے کے پاس پاس واقع ہیں۔

دوٹ قدرتی بھی ہوتے ہیں۔ اور کارخانوں میں بھی ڈھالے جاتے ہیں۔ لیکن ووٹ مصنوعی ہوں یا قدرتی۔ انکی مانگ زیادہ تر انتخابات کی فصل میں ہی ہوتی ہے۔ ووٹ زیادہ تر ممبری کی فصل کے لئے کھاد کے طور پر استعمال ہوتے ہیں۔ کیونکہ اس فصل کا انحصار زیادہ تر اسی کھاد پر ہے ووٹ جتنے زیادہ ہوں گے۔ فصل اتنی ہی اچھی ہو گی۔

پنجاب میں کان کنی اور ماہی گیری کے پیشے رو بہ زوال ہیں سد سکندری اور بہار گو پربت میں سونے چاندی کی کانیں ہیں۔ کوہ شہاب الدین

سے کوئلہ اور لوہا نکلتا ہے۔ کوہ ممدوٹ کسی زمانے میں مختلف قسم کی کانوں کے لئے مشہور تھا۔ لیکن اب اس کی معدنی دولت بالکل ختم ہو چکی ہے۔ اکثر لوگ جھیل دولتانہ میں مچھلیاں پکڑنے جاتے ہیں۔ لیکن کچھ عرصہ سے اس جھیل میں مچھلیاں بہت کم ہو گئی ہیں۔ البتہ دریائے کرشنا اور دریائے خور ستد میں اب بھی چھوٹی چھوٹی مچھلیاں مل سکتی ہیں۔ دریائے ظفر علی میں مچھلیاں سرے سے ہی ہوتی نہیں۔

تعویذ۔ گنڈا۔ جھاڑ پھونک گھریلو دستکاریاں ہیں۔ اور ان علاقوں کے لئے مخصوص ہیں۔ جہاں پیر ملّا۔ مولوی وغیرہ کثرت سے پیدا ہوتے ہیں۔ بیرون پنجاب کے علاقہ میں بھی پنجاب کے تعویز گنڈوں کی بڑی مانگ ہے۔ لیکن ابھی تک اس کے بڑے بڑے کارخانے قائم نہیں ہوئے جو اس مانگ کو پورا کر سکیں۔

غرض پنجاب کی سب سے بڑی دولت یہاں کی زرعی پیداوار ہے۔ صنعت و حرفت کی طرف یہاں بہت کم توجہ ہوئی ہے۔ لیکن زرعی پیداوار کو مصنوعات پر فوقیت حاصل ہے۔ اگر پنجاب کے شاعر لیڈر۔ ملم ٹیچر پیر ملّا۔ مولوی صوفی اخبار نویس دساور کو نہ بھیجے جائیں۔ تو ہندوستان کے لوگ فاقے کر کر کے مر جائیں۔ لیکن اگر ہندوستان کے دوسرے حصوں کی مصنوعات پنجاب میں نہ آئیں۔ تو ہمارا کوئی حرج نہیں۔ کیونکہ پنجاب میں خاص اجناس کثرت سے ہیں۔ ہم چاہیں تو تھوڑی سی تکلیف گوارا

کر کے ہر قسم کی اعلےٰ مصنوعات یہاں تیار کر سکتے ہیں۔

پارچہ بافی کی صنعت نے پنجاب میں چنداں ترقی نہیں کی۔ البتہ دروغ بافی کو خاصہ فروغ حاصل ہوا ہے۔ اب اس صنعت کو ترقی دینے کے نئے نئے طریقے سوچے جا رہے ہیں۔ کیونکہ دروغ کی مصنوعی کھاد ایڈیٹر۔ لیڈر اور بلیم لیڈر کی فصل کے لئے بہت مفید ثابت ہوئی ہے۔

لاہور میں دہلی دروازہ کے باہر احراری کاہستان والوں نے ایک عظیم الشان کارخانہ کھولا ہے۔ جس میں کاہستانی بلیم لیڈروں کا جیش تیار ہوتا ہے۔ اس کارخانہ میں زندہ باد بھی کافی مقدار میں تیار ہوتا ہے۔ اس قسم کا ایک کارخانہ اچھرہ میں بھی ہے جس میں خاکسار ڈھلتے ہیں۔ پنجاب میں اپنی قسم کا سب سے پہلا کارخانہ ہے۔ دوسرے تمام کارخانے اس کی نقل ہیں۔ یہ صنعت پنجاب میں بڑی ترقی کر رہی ہے۔ اور جگہ جگہ اس انداز کے ہندو مسلمان کارخانے قائم ہو رہے ہیں۔ پنجاب چونکہ فوجی صوبہ ہے۔ اس لئے ہار گو پربت اور ست پڑا کے دامن اور احراری کاہستان صحرائے خاکساراں اور داؤدی لیگ میں سامان حرب کے کارخانے کھل رہے ہیں۔ جن میں گالیوں کی گولیاں اور پھبتیوں کے چھرے ڈھالے جاتے ہیں۔ داؤدی لیگ میں اس قسم کا سب سے بڑا کارخانہ اتحادِ ملت کا کارخانہ ہے۔ جہاں دیسی طریقہ سے نیلی پوش بھی تیار ہوتے ہیں۔ اس کا ایک آسان طریقہ ہے۔ کہ جو بھلا مانس اس کارخانے میں قدم رکھتا ہے۔ اسے کپڑوں سمیت نیل کے ماٹ میں غوطہ دیا جاتا ہے۔ اور

اس طرح اُس کی ہڈیاں تک نیلی ہو جاتی ہیں۔
آج سے کچھ عرصہ پہلے تحریک شہید گنج پنجاب کی سب سے بڑی صنعت سمجھی جاتی تھی۔ اور اس کے لئے پنجاب بھر میں جگہ جگہ کارخانے قائم تھے یہ تحریک الیکشن کی فصل میں خاص طور پر بہت مفید ثابت ہوئی ہے۔ اور مدتوں ممبری کی فصل کے لئے اسے مصنوعی کھاد کے طور پر استعمال کیا جاتا رہا۔ اس کے علاوہ بعض علاقوں میں اس تحریک کی مدد سے ایک خاص قسم کا لیڈر بھی پیدا کیا گیا۔ جو اب تک برابر استعمال ہو رہا ہے لیکن جب سے اتحادی سطح مرتفع کے مسکندری کارخانے میں سنہری قوانین جنہیں بعض لیگ کالے قانون بھی کہتے ہیں۔ ڈھلنے لگے ہیں۔ تحریک شہید گنج کی مانگ بہت کم ہو گئی ہے۔ اور اب اس تحریک کی بجائے سنہری قوانین کو استعمال کیا جاتا ہے +

سوالات

(۱) پنجاب کی بڑی بڑی صنعتیں کیا ہیں۔ سچ سچ بتاؤ؟

(۲) اخبار نویسوں کے کھیت کن کن مقامات پر واقع ہیں۔؟

(۳) کاغذ رنگنے کے کارخانے سے کیا مراد ہے؟

(۴) دریائے ظفر علی خان میں مچھلیاں کیوں نہیں ہوتیں؟ تمہیں معلوم نہ ہو تو کسی سے پوچھ کے بیان کرو؟

(۵) پنجاب کی گھریلو دستکاریاں کون کون سی ہیں؟

(۶) پنجاب کی کون کونسی مصنوعات باہر بھیجی جاتی ہیں؟

(۷) اچھرہ اور دہلی دروازہ کے متعلق تم کیا جانتے ہو۔ اور کیا نہیں جانتے۔
حلف اٹھا کے بیان کرو؟

(۸) سنہری قوانین کا کارخانہ کہاں واقع ہے؟ بتاؤ سنہری قوانین کے کارخانے
نے دربارئے ظفر علی خاں پر کیا اثر ڈالا ہے؟

چھٹا باب

ذرائع آمد و رفت

پنجاب میں ایک غیر ہموار علاقہ ہے۔ جس کے اکثر حصوں میں کوہستان اور جنگلات پھیلے ہوئے ہیں۔ کہیں اونچے نیچے ٹیلے ہیں۔ کہیں صحرا اور ریگزار جن میں سارا سارا سال صرصر نفاق چلتی رہتی ہے۔ برساتی ندی نالے کثرت سے ہیں۔ جنہوں نے جگہ جگہ دلدلیں پیدا کر دی ہیں ان دلدلوں میں خوفناک اژدہا رہتے ہیں۔ جن کے ڈر کے مارے کسی کو

ان کی طرف رُخ کرنے کی جرأت نہیں ہوتی۔ یہاں کی سڑکیں کچی ہیں۔ کہیں کہیں تو ایسی پگڈنڈیوں پر سفر کرنا پڑتا ہے۔ جن پر چند قدم چلنا مشکل معلوم ہوتا ہے۔ راستہ میں کہیں کہیں گہرے کھڈ۔ کہیں اونچے پہاڑ۔ کہیں ندی۔ نالے کہیں دریا۔ جن پر پل تک موجود نہیں۔ بعض علاقوں میں پکی سڑکیں بھی ہیں۔ لیکن مشکل یہ ہے۔ کہ پنجاب کے دریا اپنی گذرگاہ بدلتے وقت ان سڑکوں کو بھی بہا لے جاتے ہیں۔ اور سرکار کو نئے سرے سے سڑکیں بنانی پڑتی ہیں۔ سڑکوں کے نہ ہونے کی وجہ سے پنجاب کے مختلف علاقوں کے لوگ ایک دوسرے سے بالکل الگ تھلگ نظر آتے ہیں +

سڑکیں

بہرحال سرکار آمدورفت کے معاملے میں سہولتیں بہم پہنچانے اور سڑکیں اور پل بنانے کے لئے نہایت قابل قدر کوششیں کر رہی ہے۔ اور کچھ عرصہ سے تو جگہ جگہ سڑکوں کا جال بچھ گیا ہے۔ کسی زمانے میں ہندوسبھا کی ترائی اور اتحادی سطح مرتفع کے درمیان خطرناک پگ ڈنڈیوں کے سوا آمدورفت کا کوئی ذریعہ نہیں تھا۔ اور اتحادی سطح مرتفع کے لوگ بڑی مشکل سے ہندوسبھا کی ترائی تک پہنچتے تھے لیکن سرکار نے ایک پختہ سڑک کے ذریعے ان دونوں علاقوں کے درمیان آمدورفت کا سلسلہ قائم کر دیا ہے۔ چنانچہ نریندر ناگ سے ایک سبدھی

سڑک سکندر مونٹ تک چلی جاتی ہے۔ برسات کے موسم میں یہ سڑک جگہ جگہ سے ٹوٹ پھوٹ جاتی ہے۔ اور بعض مرتبہ تو بالکل راستہ ہی بند ہو جاتا ہے۔ لیکن اس سڑک کی مرمت کا انتظام بہت اچھا ہے۔ اس لئے یہ حالت زیادہ دیر تک نہیں رہتی۔

ہندوسبھا کی ترائی سے بھارگو پربت تک پہنچنا بہت آسان ہے۔ کیونکہ یہاں بہت سی پرانی سڑکیں موجود ہیں۔ جو بھارگو پربت کو ہندوسبھا کی ترائی سے ملا دیتی ہیں۔ ان سڑکوں کی وجہ سے ان دونوں علاقوں کے درمیان تجارت کا سلسلہ بھی جاری ہے۔ اور اب تو بھارگو پربت سے اتحادی سطح مرتفع تک بھی ایک سڑک بن گئی ہے۔ جس کی وجہ سے ان علاقوں کے درمیان سلسلہ رسل و رسائل قائم ہو گیا ہے۔ ورنہ کبھی زمانے میں تو اس علاقے کا سفر کرنا بڑا جان جوکھم کا کام سمجھا جاتا تھا۔

احراری کاہستان کے علاقہ میں سڑکیں بہت کم ہیں۔ چنانچہ اس علاقے کے لوگ ابھی تک پاپیادہ سفر کرتے ہیں۔ کسی زمانے میں انجنیروں نے کوشش کی تھی۔ کہ مظفر کوہ سے اتحادی سطح مرتفع تک ریلوے لائن تعمیر کر دی جائے۔ لیکن اس معاملہ میں انہیں کامیابی نہیں ہوئی۔ البتہ سنت پڑا اور احراری کاہستان کا کوئی باشندہ اگر اتحادی سطح مرتفع تک پہنچنا چاہئے۔ تو اسے پہلے سنت پڑا تک پہنچنا پڑتا ہے۔ سنت پڑا سے بھارگو پربت تک ایک پرانی سڑک موجود ہے۔ جو اب کسی قدر

ٹوٹ پھوٹ گئی ہے۔ بہرحال اس کے ذریعے سفر ہو سکتا ہے۔ اور بھارگو پربت سے آگے تو سکندر مونٹ تک ایک کشادہ سڑک موجود ہے۔

سڑکوں کی حالت کا اندازہ لگانے کے لئے یہ بات ذہن نشین کر لینا ضروری ہے۔ کہ سڑکیں دو قسم کی ہوتی ہے۔ ایک کچی دوسری پکی۔ کچی سڑک پر صرف مٹی بچھا دیتے ہیں۔ اس لئے یہ بہت جلد ٹوٹ جاتی ہے۔ پکی سڑک کنکر پتھر کوٹ کر تیار کی جاتی ہے۔ بعض پکی سڑکوں پر کولتار بھی بچھا دیا جاتا ہے۔ اتحادی سطح مرتفع سے وادی لیگ کو جو سڑک جاتی ہے۔ وہ کچی ہے۔ اس لئے ہمیشہ ٹوٹنے پھوٹنے کا خطرہ رہتا ہے اس سڑک کی مرمت کے لئے بہت سے مزدور مقرر ہیں۔ حال میں وادی لیگ اور اتحادی سطح مرتفع کے درمیان ایک ریلوے لائن تعمیر ہوئی ہے جس پر گاڑیوں کی آمد و رفت بھی شروع ہو گئی ہے۔ لیکن بڑے بڑے انجینیروں کی رائے ہے۔ کہ یہ لائن اعلے انتظام کے باوجود محفوظ نہیں ممکن ہے۔ کہ کسی دن زمین کے اندرونی تغیرات کی وجہ سے یہ ریلوے لائن بالکل تباہ ہو جائے۔ اور لوگوں کو پھر گھوڑوں اور اونٹوں یا بہیلیوں اور چھکڑوں پر سفر کرنا پڑے۔ لیکن اس ریلوے لائن کے خطرات کا علم بہت کم لوگوں کو ہے۔ عام لوگ اس سڑک کو بہت محفوظ سمجھتے ہیں۔

اکالی جنگلات اور بھارگو پربت کے درمیان پکی سڑک ہے۔ اس سڑک پر کچلو نگر بہت اہم مقام ہے۔ جو اکالی بلم ٹیروں کی بہت بڑی منڈی

سمجھا جاتا ہے۔ لیکن اب اس منڈی کی رونق اور آبادی میں بہت فرق
آگیا ہے۔ اس سے کسی قدر مشرق کی طرف ہٹ کے افتخار پورہ ایک مشہور
بستی ہے۔ جو حال میں آباد ہوئی ہے۔ افتخار پورہ سے ایک سڑک نکلی ہے۔
جو سیدھی اشتراکی جوالاکھی کو چلی جاتی ہے۔

ہندو سبھا کی ترائی اور اتحادی سطح مرتفع کو ایک پکی سڑک ملاتی
ہے۔ جو بظاہر ٹوٹی پھوٹی معلوم ہوتی ہے۔ لیکن اصل میں یہ سڑک بہت
محفوظ ہے۔

بھارگو پربت اور ست پڑا کے درمیان ایک کچی سڑک موجود ہے
ست پڑا سے آگے احراری کاہستان تک ایک کچی سڑک جاتی ہے۔ جو بہت
ٹوٹی پھوٹی ہوئی ہے۔ افضل گنج اور حبیب آباد جو احراری کاہستان کی مشہور بستیاں
ہیں۔ اسی سڑک پر واقع ہیں۔

پنجاب کے دریاؤں اور ندی نالوں کی وجہ سے سڑکوں کو بہت نقصان
پہنچتا رہا ہے۔ اکثر اوقات ایسا ہوا۔ کہ کسی دریا نے اپنا رُخ بدل لیا۔ اور
اکثر سڑکیں بالکل تباہ ہو گئیں۔ اس کے علاوہ جب کبھی ان دریاؤں
میں طغیانی آئی ہے۔ سڑکوں کو بہا کے لے گئی ہے۔ لیکن اب اتحادی
انجینئروں نے ان دریاؤں پر بند باندھ دیئے ہیں۔ ان سے نہریں نکالی
ہیں۔ جن سے اکثر دیہات سیراب ہو رہے ہیں۔ اس کے علاوہ ان دریاؤ
پر جگہ جگہ عالیشان پل تعمیر کئے گئے ہیں۔ جن پر سے ریل گاڑیاں موٹریں

اور لاریاں گذرتی ہیں۔ البتہ اشتراکی جوالا مکھی کانگرسی سلسلہ کوہ اور احراری کاہستان کے درمیان جو کچی سڑکیں موجود ہیں۔ ان کی مرمت کی طرف توجہ نہیں کی گئی۔

دریائے مہر اور دریائے سالک پر تو مدت سے پکے پل موجود ہیں۔ دریائے ظفر علی خان۔ دریائے نورا اور دریائے مرتضٰی پر حال ہی میں پل تعمیر کئے گئے ہیں۔ ان میں دریائے ظفر علی خان کا پُل دیکھنے کے قابل ہے۔ اور انجنیری کے عجائبات میں سے شمار کیا جاتا ہے۔ اس دریا پر پُل تعمیر کرنے کی کوشش بڑی مدت سے ہو رہی تھیں۔ اور اس غرض کے لئے بڑے بڑے غیر ملکی انجنیروں کی خدمات حاصل کی گئیں۔ لیکن کامیابی نہ ہوئی۔ اس لئے مایوس ہو کر یہ ارادہ ترک کر دیا گیا۔ آخر پنجاب کے ایک نوجوان انجنیر کو بیٹھے بیٹھے خیال آیا۔ کہ اگر اس دریا سے ایک نہر نکال لی جائے۔ تو اس کا پانی کم ہو جائے گا۔ اور پل تعمیر کرنے میں آسانی ہو گی۔ یہ تدبیر کامیاب ہوئی۔ اور عرصہ دراز کی محنت اور کدو کاوش کے بعد پل تعمیر کر دیا گیا۔

دریائے تیراپر بھی ایک مضبوط پل باندھ دیا گیا ہے۔ دریائے خورسند پر ابھی تک ایک عارضی سا پل ہے۔ لیکن اب ایک مضبوط پل باندھنے کے مسلہ پر غور ہو رہا ہے۔ دریائے کرشنا پر ابھی تک رسوں کا ایک پُل ہے۔ باقی تمام دریاؤں پر مضبوط پل موجود ہیں۔

پنجاب میں ریلیں کم ہیں۔ بہت سے علاقے ایسے ہیں۔ جہاں ابھی تک

بہلیوں گھوڑوں اور اونٹوں پر سفر ہوتا ہے۔ لیکن اب یہ کوشش ہو رہی ہے۔ کہ سارے علاقہ میں ریلوں کا جال بچھا دیا جائے۔ چنانچہ اکثر ایسے علاقوں کو جو ایک دوسرے سے بالکل الگ تھلگ تھے۔ ریل کے ذریعے ایک دوسرے سے ملا دیا گیا ہے۔ اور ان میں بھاری بھرکم گاڑیاں بھاک بھک کرتی دوڑتی پھرتی ہیں۔

پنجاب کی سب سے بڑی ریلوے لائن وہ ہے۔ جو سکندر مونٹ سے کوہ چھوٹورام تک چلی جاتی ہے۔ یہ ریلوے لائن بہت پرانی ہے۔ اور مغربی اور مشرقی پنجاب کے اکثر آباد شہر اسی ریلوے لائن پر آباد ہیں۔ اس ریلوے لائن پر سب سے بڑا اسٹیشن سکندر نگر ہے جو سکندر مونٹ کے دامن میں واقع ہے۔ یہاں سے مختلف اطراف میں ریلوے لائنیں نکلتی ہیں۔ اس سے آگے مظفر آباد کا مشہور اسٹیشن ہے۔ کسی زمانے میں یہ شہر پنجاب کا بڑا تجارتی مرکز تھا۔ مگر اب چھوٹا سا شہر رہ گیا ہے۔ اس شہر کے ساتھ ساتھ مظفر کوہ کی اونچی اونچی پہاڑیاں پھیلتی چلی گئی ہیں۔ یہاں سے اسراری کوہستان کو ایک راستہ بھی جاتا تھا۔ لیکن کچھ عرصہ ہوا نواح کے کوہستانی ندی نالوں میں بڑے زور کی طغیانی آئی۔ اور پانی کا ریلا ان کچی سڑکوں کو بہا کے لے گیا۔ مظفر آباد سے اکالی جنگلات کو ایک پکی سڑک گئی ہے۔ جو اب تک برابر طوفانوں اور سیلابوں کا مقابلہ کر رہی ہے۔ اکالی جنگلات کی لکڑی اس سڑک

کے ذریعے مظفر آباد بھیجی جاتی ہے۔ چنانچہ اس گئی گذری حالت میں بھی مظفر آباد لکڑی کی مشہور منڈی ہے۔ اور یہاں جو فرنیچر بنتا ہے۔ وہ بہت مضبوط اور نفیس ہوتا ہے۔

یہاں ایک چھوٹی سی ریلوے لائن بھی نکلی ہے۔ جس پر انجمن آباد اور کالج پورہ وغیرہ مشہور بستیاں ہیں۔ کالج پورہ سے آگے دل محمد روڈ ہے۔ جو پنجاب کی سب سے بڑی علمی سڑک ہے۔ اس سڑک پر ہر جگہ اقلیدس کی شکلیں بنی ہوئی ہیں۔ اور جبر و مقابلہ اور حساب کے سوال اور ان کے حل بکھرے پڑے ہیں۔ یہ سڑک تجارتی مقاصد کے لئے بھی بہت مفید ثابت ہوئی ہے۔ اور اس کے ذریعے علم جیسی قیمتی جنس گھوڑوں اور اونٹوں پر لدی ہوئی اکثر دور افتادہ علاقوں تک پہنچ رہی ہے جعفری روڈ جو کالج پورہ سے شروع ہوتی ہے۔ اور انجمن آباد تک پیچ و خم کھاتی ہوئی چلی جاتی ہے۔ دل محمد روڈ سے ملی ہوئی ہے۔ ہمایوں نگر کی بستی جسے ادیبوں نے آباد کیا ہے۔ اس سڑک پر واقع ہے۔

مظفر آباد سے آگے سکندر بھو ٹو ریلوے لائن دہنے ہاتھ کو مڑ گئی ہے کوٹ نواز خان کا مشہور شہر جو ایک خوش منظر اور فرحت افزا مقام ہے۔ یہیں واقع ہے۔ یہاں کی زمین بڑی آفت خیز ہے اس لئے انجنیروں کو یہاں ریلوے لائن بچھانے اور سٹیشن تعمیر کرنے میں سخت دقتیں پیش آئیں۔ پہلے پٹڑی بچھائی گئی۔ تو وہ زمین میں دھنس گئی

پھر یہ کوشش کی گئی تو پانی نکل آیا۔ اس لئے مجبوراً کسی قدر دہنے ہاتھ کو ہٹنا پڑا۔ پیر مکھڈ اس نواح میں ایک مشہور مقام ہے۔ جسے لال پیر بھی کہتے ہیں۔ لیکن ریلوے لائن سے بہت دور ہے۔ اس بستی تک صرف کچی سڑکیں جاتی ہیں۔ جن پر ہمیشہ گرد اڑتی رہتی ہے۔ کبھی کبھی مینہ کا چھینٹا پڑ جاتا ہے۔ تو گرد دب جاتی ہے۔ لیکن سڑک اس قدر ٹوٹ پھوٹ جاتی ہے۔ کہ دو قدم چلنا مشکل ہو جاتا ہے۔ پچھلے دنوں یہاں بڑے زور کا زلزلہ آیا تھا۔ اور یہ بستی غرق ہوتے ہوتے بچی تھی۔ اس سے آگے غضنفر نگر مشہور شہر اور ایک نہایت زرخیز علاقے کے مرکز میں واقع ہے یہاں ملاّ اور پیر کے علاوہ اعلیٰ درجہ کا صوبیدار جمعدار اور نہایت نفیس قسم کا بلم ٹیر بھی پیدا ہوتا ہے۔ اس لئے غضنفر نگر نے بہت بڑی تجارتی منڈی کی حیثیت اختیار کر لی ہے۔ اس شہر میں اکثر پرانی عمارتیں بھی موجود ہیں۔ جن میں یہاں کا امام باڑہ خاص طور پر قابل ذکر ہے۔

کوہ خضر کی گھاٹیوں کے پاس خضر آباد کا بارونق شہر ہے۔ جو اس لائن پر ایک مشہور اسٹیشن ہے۔ یہاں سے ایک چھوٹی سی ریلوے لائن نکالی گئی ہے۔ جس نے ٹوانہ گنج کو اس مرکزی لائن سے ملا دیا ہے۔ نون پورہ کی بستی جہاں نمک کی کان ہے۔ اسی لائن پر واقع ہے۔ ٹوانہ گنج اور نون پورہ کے آس پاس کا علاقہ نہایت زرخیز ہے۔

یہاں اعلیٰ درجے کا میجر کپتان۔ صوبیدار پیدا ہوتا ہے۔ جو دساور کو

بھیجا جاتا ہے۔ اور بڑی قیمت پاتا ہے۔ اور نون پورہ کے نمک کی نو دیات
میں بھی مانگ ہے۔ بلکہ یہ کہنا چاہئے۔ کہ اب اس کی کھپت زیادہ تر
وہیں ہے۔

آگے چل کر ریلوے لائن کے دہنے ہاتھ نور پور کی بستی ہے۔ جسے
میاں گنج بھی کہتے ہیں۔ کسی زمانے میں ایک پکی سڑک کے ذریعے اس
بستی تک آمد و رفت ہوتی تھی۔ اور ریلوے کے حکام کا ارادہ ہو چلا تھا
کہ نور پور تک ایک ریلوے لائن نکالی جائے۔ لیکن اب یہ سڑک بہت
خراب و خستہ حالت میں ہے۔ اور اس پر سفر کرنا مشکل ہے۔ اچھی سڑک
کے نہ ہونے کی وجہ سے نور پور کی رونق کو بہت نقصان پہنچا ہے۔ اگرچہ
نور پور کانگرسی کوہستان اور احراری کاہستان کے قریب ہے لیکن بعض
دشوار گذار پگڈنڈیوں کے سوا ان علاقوں تک رسل و رسائل اور
آمد و رفت کا کوئی دوسرا ذریعہ نہیں۔ دولتانہ جو جھیل دولتانہ کے پاس
آباد ہے۔ اس لائن پر ایک مشہور اسٹیشن ہے۔ اس اسٹیشن کی عمارت
بہت وسیع ہے۔ اسٹیشن کے ساتھ ہی شہر دولتانہ پھیلتا چلا گیا ہے شہر
سے کچھ دور ہٹ کر کوہ شہاب الدین کی سنگلاخ چٹانیں سر اٹھائے کھڑی
ہیں۔ یہ علاقہ آہستہ آہستہ فلمی صنعت کا مرکز بنتا جاتا ہے۔ اور کچھ عرصہ
سے تو یہاں شاعری کے کارخانے بھی قائم ہو رہے ہیں۔ یہیں سے
ایک سڑک ٹھنڈہ گرمانی کو نکلتی ہے۔ جو اس نواح کی ایک مشہور بستی

ہے۔ اگرچہ یہاں پانی کمیاب ہے۔ آس پاس کا علاقہ بھی بنجر ہے۔ پھر بھی یہ بستی بہت پھیلی ہوئی ہے۔ اس میں جگہ جگہ اونچے نیچے ٹیلے ہیں۔ جو دور سے بھلے معلوم ہوتے ہیں۔

اس سے آگے ممدوٹ ہے۔ جو کوہ ممدوٹ میں واقع ہے۔ یہیں سے وادئی لیگ شروع ہوتی ہے۔ ممدوٹ کے آس پاس کا علاقہ بہت زرخیز اور شاداب ہے۔ اور یہاں سے وادئی لیگ تک کئی کشادہ سڑکیں نکلتی ہیں۔ دولتانہ سے وادئی لیگ تک ایک پختہ سڑک بنی ہوئی تھی جو انتخابات کے موسم میں ٹوٹ پھوٹ گئی تھی ابھی تک اس سڑک کی مرمت نہیں ہوسکی۔

وادئی لیگ کے اہم مقامات میں برکت گنج۔ مہدی آباد۔ رسول پور عاشق آباد قابلِ ذکر ہیں۔ ان میں عاشق آباد تو اچھوتوں کی بستی ہے رسول پور کو صرف اس اعتبار سے اہمیت حاصل ہے۔ کہ یہاں سے کچلو نگر تک ایک سڑک نکلی ہے۔ مہدی آباد میں ماہی گیر رہتے ہیں۔ لیکن یہاں کا کاروبار بھی رو بہ تنزل ہے۔ خصوصاً انتخابات کی فصل اس کے لئے بہت منحوس ثابت ہوئی ہے۔

برکت گنج اس مقام سے کچھ دور ہٹ کے واقع ہے۔ یہاں وادئی لیگ اور اتحادی سطح مرتفع کے ڈانڈے ملتے ہیں۔ ایک زمانے میں یہ بستی وادئی لیگ کا سب سے بڑا اہم مقام سمجھی جاتی تھی۔ پھر کچھ ایسے پیچ

پڑے۔ کہ برکت گنج کا شمار اتحادی سطح مرتفع میں ہونے لگا۔ اور اسے ایک وسیع سڑک کے ذریعے سکندر چھپڑو ریلوے سے ملا دیا گیا۔ اب کچھ دنوں سے یہ حال ہے۔ کہ برکت گنج نہ اتحادی سطح مرتفع میں شامل ہے نہ اس سے باہر۔ بلکہ وادئی لیگ اور اتحادی سطح مرتفع کے درمیان حدِّ فاصل کا کام دے رہا ہے۔ سکندر چھپڑو ریلوے سے اسے جو سڑک ملاتی ہے۔ اس کا بھی عجیب حال ہے۔ یعنی کبھی تو یہ کیفیت نظر آتی ہے کہ اس سڑک پر چھکڑے موٹریں اور لاریاں سفر کر رہی ہیں۔ اور رسول پور، مہدی آباد اور عاشق آباد اس طرح اس سے بے تعلق ہو کے رہ گئے ہیں گویا ان میں اور برکت گنج میں کبھی کوئی سلسلہ رسل و رسائل تھا ہی نہیں۔ اور کبھی یہ حال ہے۔ کہ برکت گنج سے ریلوے لائن تک ساری سڑک ٹوٹی پڑی ہے۔ کہیں گڑھے۔ کہیں مٹی کے ڈھیر کہیں جھاڑ اور تالاب۔ موٹر لاری اور چھکڑے پر سفر کرنا ایک طرف رہا۔ پیدل چلنا مشکل معلوم ہوتا ہے۔ اس حالت میں اس علاقے کا سفر کرنا ہو تو پہلے رسول پور جائیں۔ اور وہاں سے پگڈنڈی کے ذریعے برکت گنج پہنچیں۔

ریلوے لائن سے کچھ فاصلہ پر عالم پور بھی ایک اہم مقام ہے۔ جو کانگرسی سلسلہ کوہ کے پاس واقع ہے۔ کسی زمانے میں یہ بستی ایک ٹیلے پر واقع تھی جو کانگرسی سلسلہ کوہ میں شامل تھا۔ لیکن اب یہ ٹیلا ویران پڑا ہے۔ اور عالم پور کی نئی بستی اس ٹیلے سے کچھ دور ہٹ کے ایک ایسی

جگہ آباد ہو گئی ہے۔ جہاں ایک طرف اتحادی سطح مرتفع پھیلتی چلی گئی ہے۔ دوسری طرف وادی لیگ ہے۔ اور تیسری جانب کوہستان۔ اس ٹیلے سے دو ندیاں بھی نکلتی رہی ہیں جن میں ایک کا نام جوئے مساوات تھا۔ دوسری کا آب تریاق لیکن اب یہ دونوں مدت سے خشک پڑی ہیں۔ احراری کاہستان کے خانہ بدوش اہل قبائل جو چارہ اور پانی کی تلاش میں کانگرسی کوہستان کی طرف آ نکلتے تھے۔ ہمیشہ اس ٹیلے سے بچ کے چلتے اور آب تریاق کو زہر ہلاہل سمجھتے تھے۔ اب تو یہ ٹیلا ویران ہے۔ ندیاں خشک۔ عالم پور کی بستی بھی وہاں نہیں جہاں پہلے تھی پھر بھی ان کاہستانیوں کو عالم پور کے نام سے چڑ سی ہے۔

عالم پور کی نئی بستی کا محل وقوع کچھ ایسا ہے۔ کہ اسے چاہے۔ وادی لیگ کی بستی کہہ لیجئے۔ چاہے اتحادی سطح مرتفع کی اور چاہے کانگرسی کوہستان کے حصوں میں شمار کیجئے۔ اس میں شک نہیں۔ کہ ان دونوں کانگرسی کوہستان سے اُس کا کوئی تعلق نہیں۔ اور سکندر چھوٹو ریلوے سے اس قصبہ تک ایک چوڑی سڑک بن گئی ہے۔ لیکن سڑک کے ایک طرف دریائے ظفر علی خان بہتا بہتا چلا جاتا ہے۔ دوسری طرف ستیہ پال کی سنگلاخ چٹانیں سر اٹھائے اور دانت نکالے کھڑی ہیں۔ اس لئے لوگ اس سڑک پر سفر کرتے ڈرتے ہیں۔ کسے معلوم کہ دریا کبھی جوش میں

آتے ۔ اور سڑک کو بہا لے جاتے ۔ یا ان پہاڑوں سے کوئی چٹان آگرے اور مسافروں کو ہلاک کر ڈالے ۔ پھر عالم پور کی بستی کا وجود بھی سراب سے کم نہیں ۔ ہر چند کہیں کہ ہے ۔ نہیں ہے ۔ عالم پور کے متعلق ہمیں خود بھی صرف اتنا معلوم ہے ۔ کہ انتخابات کے کڑے موسم میں یہاں ایک میلہ لگتا ہے ۔ جس میں شہید گنج کی اینٹیں بجتی ہیں ۔

اس لائن پر بیگم آباد مشہور اسٹیشن ہے ۔ بیگم آباد میں لڑکیوں کا کالج ہے تعلیم نسواں کی تحریک یہاں بڑے زوروں پر ہے ۔ یہاں سے ایک ریلوے لائن میاں پورہ کو جاتی ہے ۔ جو سیاں کے ٹیلے کے دامن میں واقع ہے میاں پورہ میں تعلیم کا چرچا بہت ہے ۔

یہ بستی آم کے پیڑوں سے گھری ہوئی ہے ۔ درختوں پر طوطوں کا ہجوم جو کیریوں کو کتر کتر کے ڈھیر لگا دیتے ہیں ۔ یہاں آم پکنے نہیں پاتے اس لئے زیادہ تر کیری ہی کام آتی ہے ۔

اس سے آگے منوہر استھان ہے ۔ جو منوہر پربت کے پاس ہے ۔ یہ شہر ہی کھانے کی منڈی ہے ۔ یہاں لال مرچی خوب پیدا ہوتا ہے ۔ تنالیسے کا پنیر یہاں کا مشہور تحفہ ہے ۔

ریلوے لائن سے داہنی طرف چھوٹا مولوی گنج ہے ۔ جسے تنسوری کی بستی بھی کہتے ہیں ۔ یہ چھوٹی سی صاف ستھری بستی ہے ۔ اور ایک چھوٹی سی سڑک کے ذریعے ریلوے لائن سے ملی ہوئی ہے ۔ یہاں کے مکان

بھی چھوٹے چھوٹے ہیں۔ بازار آئینہ کی طرح شفاف لیکن بقامت کہتر بقیمت بہتر۔ یہاں ایک اسکول بھی ہے۔ جہاں مختصر نویسی سکھائی جاتی ہے اس سے کچھ دور ہٹ کے سندر بن اور اس کے ساتھ مجیٹھہ کا قصبہ ہے۔ جسے ایک چھوٹی سی ریلوے لائن نے سکندر چھپو تو ریلوے سے ملا رکھا ہے۔ یہاں سے ایک زمین دوز ریلوے لائن نکلتی ہے۔ جو بھار گو پربت کے علاقے تک جاتی ہے۔ نریندر پورہ اور نارنگ کے قصبے بھی اسی ریلوے لائن کے ذریعے بڑی لائن سے ملے ہوئے ہیں۔ چھپو تو پورہ اس ریلوے لائن کا آخری اسٹیشن ہے اس سے کچھ دور اندر ٹیکو گڑھ کا چھوٹا سا قصبہ ہے۔

سکندر چھپو تو ریلوے لائن اور اس کے اکثر اسٹیشنوں کا ذکر ہم تفصیل سے کر چکے ہیں۔ ان کے علاوہ اور بھی کئی چھوٹے چھوٹے نو آباد اسٹیشن اور قصبے ہیں۔ جن کے تذکرہ کی اس مختصر کتاب میں گنجائش نہیں۔

سوالات

(۱) کچی سڑک اور پکی سڑک میں کیا فرق ہے؟

(۲) دریائے ظفر علیخاں کا پل کس طرح تعمیر کیا گیا؟

(۳) اگر کسی شخص کو کوٹ نواز خان سے برکت گنج جانا ہو۔ تو اُسے کون سا راستہ اختیار کرنا پڑے گا؟

(۴) وادی لیگ سے کچھو نگر کونسی سڑک جاتی ہے۔ اور اس پر کون کون سے مشہور مقام واقع ہیں۔

(۵) مظفر آباد سے کون کون سی سڑکیں نکلی ہیں۔ اور کیسے نکلی ہیں؟

(۶) دل محمد روڈ کن مقاصد کے لئے استعمال کی جاتی ہے۔؟ اور کیوں استعمال کی جاتی ہے؟ کیا تمہیں کبھی اس سڑک پر سے گزرنے کا اتفاق ہوا ہے۔ صاف صاف کہدو گھبرانے کی کوئی بات نہیں۔

(۷) نور پور کہاں واقع ہے؟

(۸) غضنفر نگر کیوں مشہور ہے؟ اور کب سے مشہور ہے۔

(۹) وادی بیگ کے اہم مقامات کا حال سچ سچ بیان کرو۔

(۱۰) ممدوٹ سے میاں پور تک جانا ہو تو کیسے جاؤ گے؟ اور کیونکر واپس آؤ گے۔ ریل پر یا موٹر پر۔ ٹمٹم پر یا بھی پر۔

ھدایات

استاد طلبہ سے پنجاب کی تمام بڑی بڑی سڑکوں پر سفر کرلے اور جب وہ تھک جائیں تو انہیں چھٹی دیدے۔

ساتواں باب

مشہور شہر

پنجاب کے نئے شہروں اور بڑے بڑے ریلوے اسٹیشنوں کا حال ہم بیان کر چکے ہیں۔ اب ضروری معلوم ہوتا ہے۔ کہ اس علاقے کے بعض پرانے شہروں کا مختصر حال بھی بیان کر دیا جائے۔

لاہور۔

بہت بوڑھا شہر ہے۔ کئی ہزار سال کی عمر ہو گی۔ اگرچہ اب اس کے

چہرے کی جھریاں نمایاں ہو چکی ہیں۔ کمر جھک گئی ہے۔ ہاتھوں میں رعشہ ہے۔ بینائی بھی کم ہوتی جاتی ہے۔ تاہم اس کے چم و خم میں ابھی تک فرق نہیں آیا۔

یہ شہر ہمیشہ پھیلتا اور سمٹتا رہا ہے۔ لیکن جس سرعت سے آجکل یہ شہر پھیل رہا ہے۔ اگر اس نے اسی سرعت سے سمٹنا شروع کر دیا۔ تو کوئی عجب نہیں۔ کہ کسی دن سفری تھیلے بلکہ ایک چھوٹی سی ڈبیا میں بآسانی سما جائے۔ اور سچ پوچھئے تو لاہور ہے بھی ڈبیا میں بند کر کے رکھنے کے قابل۔

اس سن و سال کے باوجود لاہور کے مزاج میں بچپن بہت ہے۔ اور اس کی بے چین طبیعت کو ایک حال پر اصلا قرار نہیں۔ لاڈلے بچوں کا ہمیشہ سے یہی حال ہوا کرتا ہے۔ اور لاہور نے تو جہاں بڑے نازو نعم میں پرورش پائی ہے۔ وہاں بڑی بڑی مصیبتیں بھی اٹھائی ہیں۔ کچھ مدت سے عجیب حالت میں گرفتار ہے یعنی جب سے اس کی منہ بولی ماں یعنی میونسپلٹی اللہ کو پیاری ہوئی ہیں ———

بیچارے کا کوئی آسرا نہیں رہا۔ اگرچہ مرحومہ کی زندگی میں بھی اس بیچارے کی حالت کچھ اچھی نہیں تھی۔ سر کے بال گرد و غبار میں اٹے ہوئے چہرے پر چیچک کے داغ۔ داغ کیا۔ بڑے بڑے گڑھے جنہیں رفو کرنے کے لئے لاکھوں من سیمنٹ کی ضرورت ہے۔ پھر بھی مرحومہ کا دم غنیمت تھا۔

جب سے اس کے سوتیلے باپ مسٹر میکناب نے اس کی پرورش اپنے ذمہ لی ہے۔ اس بیچارے کی حالت بہت خراب ہو گئی ہے۔ کوئی عجب نہیں۔ کہ کسی دن یہ دکھیارا بپتا کا مارا دکھ سہتے سہتے غفرلہ ہو جائے اب تک لاہور کے ساتھ مسٹر میکناب کا یہ سلوک رہا ہے۔ کہ جب یہ بیچارا روتا ہے۔ تو وہ اس کے منہ میں چسنی دے کر سگرٹ پینا شروع کر دیتے ہیں۔ اب یہ بھی سنتے ہیں۔ کہ اس پیر نابالغ کے لئے ایک نئی کھلائی بی کارپوریشن تشریف لا رہی ہے۔ جو ہوس ٹیکس کے مکھن توس پر گذر اوقات کریگی۔

لاہور پر اپنا قبضہ قائم رکھنے کے لئے پنجاب کے مختلف حصوں کے باشندوں میں مدت سے کھینچا تانی ہو رہی ہے۔ ایک طرف دلی دروازہ کے باہر احراریوں کی چھاؤنی اور بلیم بٹیروں کا کارخانہ ہے۔ احراری کوہستان کے خانہ بدوش قبائل بھیڑ بکریوں کے گلوں کو چراتے چراتے تھک جاتے ہیں۔ تو دلی دروازے کی دیوار تلے ڈیرے ڈال دیتے ہیں۔ موچی دروازے کے باہر دوائی لیگ کے باشندوں کا اڈا ہے۔ ان کے پاس بڑی نیلی پوشوں نے نیل کا مات گاڑ رکھا ہے۔ موری دروازے کے باہر کانگرسی چرخے کی چرخ چوں سے کان پڑی آواز سنائی نہیں دیتی۔ کبھی کبھی اشتراکی جوالا مکھی والے بھی ان کوہستانیوں سے سا جھا کرکے اس دروازے کی چھت پر آگ اگلتے نظر آجاتے ہیں۔ لاہور کے قابل دید مقامات میں بدھو کا آوا

ستھروں کی باولی۔ گھدّو شاہ کا تکیہ۔ چھجو بھگت کا چوبارہ۔ ٹھنڈی کھوئی
بوٹامل کا اکھاڑہ۔ بیٹھک کا تباں "بیمار ٹوپیوں کا یہی ہسپتال ہے" اور
عرب ہوٹل بہت مشہور ہیں۔ یہاں باغ کئی ہیں۔ لیکن اس میں جمن لال
اور گلشن رانے کو سب سے زیادہ شہرت حاصل ہے۔

امرتسر

پنجاب کا مشہور شہر ہے۔ اور اکالی جنگلات کے دامن میں واقع ہے۔
جرنیل مارش اللہ جنہیں بعض لوگ مارشل لا بھی کہتے ہیں۔ اس شہر میں
پیدا ہوئے۔ اور یہیں انتقال فرمایا۔ اس شہر میں تلواروں کا ایک مشہور
کارخانہ ہے چنانچہ سیف اور حسام جو مشہور تاریخی تلواریں ہیں۔ اسی کارخانہ
میں ڈھلی ہیں۔ سیف کئی معرکوں میں چمکتی و ملکتی رہی ہے۔ خصوصاً جرنیل
مارش اللہ کے مقابلے میں یہ تلوار مدتوں بے نیام رہی ہے۔ پھر ایک زمانہ
ایسا بھی آیا۔ کہ اس پر تلوار کے بجائے کرپان کا دھوکا ہوتا تھا۔ اب کچھ
عرصہ سے یہ تلوار نیام میں ہے۔ اس لئے زنگ آلود ہو گئی ہے۔ حسام
جو ایک عالم سلفیت کے مطابق ملڈگارڈ کے خالص فولاد سے بنی ہے ہمیشہ
احرار ہی کا ہستان کے مشہور جرنیل بخاری کے ہاتھ میں رہی ہے۔ ایک
زمانے تک یہ دونوں تلواریں آپس میں اس طرح ٹکراتی رہی ہیں۔ کہ دونوں
میں دندانے پڑ گئے ہیں۔

امرتسر کے مشہور تحفوں میں سکھ۔ باقرخانیاں پاپڑ اور بڑیاں خاص

طور پر قابل ذکر ہیں۔ یہ شہر مولویوں کی مشہور منڈی ہے۔ غزنی سے یہاں اعلےٰ قسم کا مولوی آتا ہے۔ جو ٹین کی صنعت میں بہت کارآمد ثابت ہوا ہے۔ اس قسم کا مولوی یہاں سے ہر سال حجاز بھی بھیجا جاتا ہے۔ اور بہت قیمت پاتا ہے +

راولپنڈی

بعض لوگ راولپنڈی کو لاہور کی بیوی سمجھتے ہیں۔ لیکن یہ خیال غلط ہے۔ راولپنڈی کو کشمیر پنجاب اور سرحد تینوں کو حق شفعہ حاصل ہے۔ یہیں جماعت علی شاہ کے سر پر جب امارت ملتیہ کا تاج رکھا گیا۔ تو ان کی تاج پوشی کی رسم یہیں ادا کی گئی تھی۔ مانسہرہ کا ریشہ دار مولوی جو ذائقہ میں بہت تلخ ہوتا ہے یہاں بڑی قیمت پاتا ہے۔ عالم پورہ کی بستی جو شہید گنج کے اینٹوں کے نیلام کے لئے مشہور ہے۔ راولپنڈی والوں نے ہی بسائی تھی۔

سیالکوٹ۔

کابستانی خانہ بدوشوں کا مشہور مرکز ہے۔ کسی زمانے میں جب ان خانہ بدوشوں نے کشمیر پر چڑھائی کی تھی۔ تو سیالکوٹ میں ان کی بہت بڑی چھاؤنی قائم ہو گئی تھی۔ یہ چھاؤنی اگرچہ اب اچھی حالت میں نہیں۔ پھر بھی اس کے کھنڈروں سے اس مشہور لڑائی کے متعلق بہت سی کام کی باتیں معلوم ہوتی ہیں۔ بہت پرانا شہر ہے۔ انتخابات کے کثرت موسم میں

یہاں بڑے بڑے ہنگامے ہو گزرے ہیں۔

لدھیانہ۔

یہ شہر احراری کا ہستان کے "ڈنڈ مولوی" اور شا توکے لطیفی یا لطیفی کے شا توکے سبب سے مشہور ہے۔ ایسے ارض لدھی کہتے ہیں۔

جالندھر

یہ شہر شاعروں اور گویوں کی منڈی ہے۔ کبھی زمانے میں یہاں کے شاعروں پر اتحادِ ملت کا قلم بھی لگایا گیا تھا۔ اور لوگوں کو امید تھی۔ کہ یہاں قلمی نیلی پوش کی فصل بہت ترقی کرے گی لیکن امید بار آور نہ ہوئی۔

ان کے علاوہ پنجاب میں بہت سے چھوٹے چھوٹے پرانے شہر ہیں۔ جن کا حال تم آگے چل کے جغرافیہ کی بڑی بڑی کتابوں میں پڑھو گے+

ہدایات

استاد طلبہ کو پنجاب کے ضلعوں تحصیلوں اور مشہور شہروں کے نام بتائے اور نقشے میں دکھائے۔ اس کے علاوہ طلبہ کو مشہور شہروں کی سیر کرا کے عام قابل دید مقامات دکھائے جائیں+

سوالات

(۱) لاہور کا حدود اربعہ معلوم کرو۔

(۲) بتاؤ لاہور سے مسٹر میکناب کا کیا رشتہ ہے۔ اور یہ رشتہ عارضی ہے یا مستقل۔

(۳) مرحوم میونسپلٹی کے سوانح حیات کسی سے پوچھ کے لکھو؟

(۴) بتاؤ کارپوریشن کے متعلق تم کیا جانتے ہو؟ تم نے کبھی کارپوریشن دیکھی ہے یا نہیں؟ اس کی شکل صورت کیسی ہوتی ہے؟

(۵) غزنوی مولوی یا شہری مولوی میں کیا فرق ہے؟

(۶) امرت سر کیوں مشہور ہے؟

(۷) راولپنڈی لاہور کی کیا ہوتی ہے؟

اشارات

خانقاہ معلےٰ سری نگر کا مشہور مقام جہاں گذشتہ تحریکِ کشمیر کے زمانے میں پبلک جلسے ہوتے رہے ہیں۔

دیہائے الہ بخش خان بہادر الہ بخش سندھ کے مشہور مدبر ہیں۔

ستیہ پڑا اور بھارگو پربت ڈاکٹر ستیہ پال اور ڈاکٹر گوپی چند بھارگو کانگرس کے کرتا دھرتا اور ایک دوسرے کے حریف ہیں۔

میرٹھ اور کانپور اشتراکیت کے مشہور مرکز ہیں۔ میرٹھ میں اشتراکیوں کے خلاف مقدمہ سازش چلایا گیا تھا۔

فرنگی عامل کامل دیہات سدھار کا محکمہ جو روشندان بنانے اور کھاد کے گڑھے کھودنے پر بہت زور دیتا رہا ہے۔ مسٹر برین نے قائم کیا تھا۔

نارنگ اور نریندر ناگ راجہ نریندر ناتھ اور مسٹر گوکل چند نارنگ پنجاب میں ہندو سبھا کی تحریک کے بہت بڑے علمبردار ہیں

۳۳ انچ ۵۶ انچ سکھ تہائی نشستیں مانگتے ہیں۔ مسلمان تناسب آبادی کے امتیاز سے ۵۶ فیصدی۔

شری ساورکسنے مسٹر داموور ساورکر ہندو سبھا کے مشہور کٹیا ڈال رکھی ہے | لیڈر ہیں کسی زمانے میں بہت بڑے انقلاب پسند تھے۔ ایک زمانے میں سر سکندر حیات خان سے ان کے دوستانہ تعلقات تھے۔

منوہر پربت۔ مسٹر منوہر لال پنجاب کے وزیر مالیات ہیں۔

کوہ خضر۔ میجر خضر حیات خان جو وزارت پنجاب کے رکن اور سر عمر حیات ٹوانہ کے فرزند ہیں۔

مجیٹھیہ پہاڑ | سر سندر سنگھ مجیٹھیہ کو سکھوں میں بہت اہمیت حاصل ہے
سمندر بن | اکالیوں سے بھی ان کے تعلقات ہمیشہ خوشگوار رہے ہیں۔

میاں کا ٹیلا۔ میاں عبدالحی وزیر تعلیم پنجاب کی خصوصیات کی جانب چند اشارے ہیں۔

کوہ ممڈوٹ۔ نواب سر شاہنواز جو قومی کاموں میں جی کھول کے روپیہ صرف کرتے ہیں۔

درہ غضنفر۔ راجہ غضنفر علی اتحادی حکومت کے پارلیمنٹری سیکرٹری گذشتہ انتخاب میں لیگ کے ٹکٹ پر کامیاب ہوئے۔ اور اسمبلی میں پہنچکر اتحادی پارٹی میں شامل ہو گئے۔

اجل ڈنڈی۔ سردار اجل سنگھ پارلیمنٹری سیکرٹری اور حکومت کے معتمد علیہ۔ اعتدال پسند سکھوں کے لیڈر ہیں۔

جمیل دو لتانہ۔ نواب احمد یار خاں دولتانہ کے تعلقات سر سکندر حیات
خاں اور سر شہاب الدین دونوں سے ہمیشہ اچھے رہے
ہیں۔ سر سکندر سے تو ان کی صرف دوستی ہے لیکن
سر شہاب الدین سے قرابت بھی ہے۔

واہ - واہ جو سر سکندر حیات خاں کا وطن مالوف ہے سیمنٹ
کے لئے مشہور ہے۔ راقم الحروف نے ایک موقع پر
واہ کے تذکرہ میں کہا تھا۔

کیا واہ کی جاگیر پہ نازاں ہے سکندر
قبضہ میں جہازی کے بھی ہے آہ کی جاگیر

پکی روٹی۔ نورنامہ کلاں وغیرہ۔ احسان کے مالک ملک نور الہی اخبار نکالنے سے
پہلے کتابیں چھاپتے اور فروخت کرتے تھے۔

پرکاشش۔ مہاشہ کرشن جو پرتاب کے مالک ہیں۔ پرکاش کے نام سے
ایک ہفتہ وار اخبار بھی نکالتے ہیں جس کا تعلق محض آریہ سماجی
تبلیغ سے ہے۔ ملاپ کے مالک مہاشہ خوشحال چند بھی آریہ گزٹ
کے نام سے سناتنی انداز کا ایک اخبار مدت سے نکال رہے ہیں

کالا پانی - بھائی پرمانند کسی زمانے میں بہت بڑے انقلاب پسند تھے چنانچہ
بغاوت کے جرم میں انہیں قید کر کے کالے پانی بھیجدیا گیا۔
اب مدت سے وہ پکے ہندو سبھائی ہیں۔

سوامی گنیش دت — گوسوامی گنیش دت جی سناتنی ہندوؤں کے مشہور لیڈر جی مہاراج ہیں۔ اور اقیدویر بھارت کو ان کی لامنت کا بڑا سہارا ہے

اس سلسلہ میں یہ بتا دینا مناسب معلوم ہوتا ہے۔ کہ عام ہندوؤں کے عقیدہ کے مطابق دریائے گنگا شوجی کی جٹا سے نکلتا ہے۔

جوئے نور۔ نور ویر یا نور ہیسٹ — محکمہ اطلاعات پنجاب کے ڈائرکٹر میر نور احمد مدت تک سول اینڈ ملٹری گزٹ کے ایڈیٹوریل سٹاف میں رہ چکے ہیں۔

کالی ناگ — بابو کالی ناتھ رائے ٹربیون کے ایڈیٹر ہیں میانہ روی اور اعتدال ان کے اندازِ تحریر کی ایک اہم خصوصیت ہے۔

بلم ٹیر — والنیٹر کی حزابی ہے۔

پہلے باہر سے آئیڈیالوجی آیا کرتی تھی — اشتراکیت کے اصول دبانی ہندوستانیوں نے روس والوں سے سیکھے ہیں۔

"بعد ودا قسم کے لیڈر — پنجاب کے اشتراکی لیڈروں میں زیادہ لوگ متوسط طبقہ سے تعلق رکھتے ہیں بعض امیرزادوں میں بھی اشتراکیت کا ذوق پیدا ہو رہا ہے۔

پچھیئے کواڑ گندے — پنجاب کا ایک عام گیت جو رکاکت اور ابتذال کے لئے مشہور ہے۔ اس سلسلہ میں جو اشارے کئے گئے ہیں انکی تشریح اس لئے نہیں کرتا کہ سارا لطف جاتا رہیگا۔

ستیہ گرہ کی کان - حیدرآباد کی آریہ سماجی ستیہ گرہ کی جانب اشارہ ہے

بھارگو پربت - ورم بھارگو پربت. اتحادی سطح مرتفع اور ہندو سبھا کی

سطح مرتفع } اتراتی کے متعلق یہاں اشارے کئے گئے ہیں انکے سلسلہ

میں یہ بیان کردینا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ ڈاکٹر گوپی چند

بھارگو ہندو سبھا کی طرف ہمیشہ مائل رہے ہیں۔ چنانچہ

جیسا لالہ لاجپت رائے نے پنجاب میں ہندو سبھا کا علم بلند

کیا تو ڈاکٹر بھارگو کانگریس کو چھوڑ کے ہندو سبھا میں

شامل ہو گئے تھے۔ اتحاد پارٹی کے ارکان سے بھی ان کے

تعلقات ہمیشہ خوشگوار رہے ہیں۔

کھیلو نگر - ڈاکٹر سیف کچلو کو اکالیوں میں بہت رسوخ حاصل ہے۔

افتخار پورہ - میاں افتخار الدین کانگریسی بھی ہیں۔ اور اشتراکی بھی۔

مظفر کوہ } نواب مظفر خان سر سکندر حیات خاں کے چچیرے بھائی

مظفر آباد } ہیں۔ پہلے محکمہ اطلاعات کے ڈائرکٹر تھے پھر حکومت کے

رکن مقرر ہوئے۔ اب پنجاب اسمبلی کے رکن اور صرف

عفی عنہ ہیں۔ انکے حالات میں جو اشارے گذرے ہیں

وہ بہت لطیف ہیں۔ اس لئے انکی تصریح نہیں کرتا۔

جعفری روڈ - محمد علی جعفری جو نواب نثار علی علیخاں قزلباش کے معتمد خاص ہیں

انجمن حمایت اسلام کے معاملات میں بہت دخیل رہے ہیں

ٹوانہ گنج - } میجر خضر حیات خان کا ذکر پہلے بھی آچکا ہے۔ وہ جنرل سر عمر حیات خان ٹوانہ کے فرزند ہیں۔

نون پورہ - سر فیروز خان نون جو مدت تک وزارت کے عہدہ پر رہ چکے ہیں۔ نون خاندان کے مشہور رکن ہیں۔ اب عرصے سے وہ ہندوستان کے ہائی کمشنر کی حیثیت سے لندن میں مقیم ہیں

نور پور میاں گنج - میاں نور اللہ پنجاب اسمبلی کے ممبر ہیں۔ پہلے وہ اتحادی تھے۔ اب عرصہ سے کچھ بھی نہیں۔

مشتہ گرمانی - خان بہادر میاں مشتاق احمد خان گرمانی پارلیمنٹری سیکرٹری ہونے کے علاوہ اپنے تن و توش کے اعتبار سے بھی خاص امتیاز رکھتے ہیں۔

برکت گنج مہدی آباد } ملک برکت علی - ملک زمان مہدی - مسٹر غلام رسول رسول پور بہشتی آباد } بیرسٹر۔ اور مسٹر عاشق حسین بٹالوی ایک زمانے میں پنجاب مسلم لیگ کے سرگرم کارکن تھے لیکن جب سے اتحاد پارٹی اور مسلم لیگ میں اتحاد ہوا ہے۔ ان کی ہوا بگڑی ہوئی ہے۔

عالم آباد - یہاں ڈاکٹر عالم کے متعلق صرف بعض اشارات ہیں وہ ڈاکٹر ہیں جو اس موضوع پر ایک مستقل کتاب ہے۔ اشارہ و کنایہ کا پردہ بالکل اٹھا دیا گیا ہے۔

بیگم آباد | بیگم شاہنواز۔ پارلیمنٹری سیکرٹری اور تعلیم نسواں
و حریت نسواں کی تحریکوں کی علمبردار ہیں میاں عبدالحی
پنجاب کے وزیر تعلیم ہیں جن کی فیاضیاں مشہور ہیں

مولوی گنج۔ خان بہادر مولوی غلام محی الدین قصوری جو اپنی کوتاہ
قامتی کے باعث مشہور ہیں پنجاب اسمبلی کے رکن
ہیں اور مدت تک انجمن حمایت اسلام میں مختلف عہدوں
پر رہ چکے ہیں

ٹیکم گڑھ۔ چودھری ٹیکا رام پارلیمنٹری سیکرٹری اور سر چھوٹو رام
کے معتمد علیہ ہیں۔

سیف اور حسام۔ ڈاکٹر سیف الدین کچلو اور شیخ حسام الدین دونوں امرتسر
کے رہنے والے ہیں۔ حسام اور سیف دونوں عربی
کے الفاظ ہیں۔ اور دونوں کے معنی تلوار کے ہیں۔

مڈگارڈ۔ شیخ حسام الدین صرف احرار کے ہی لیڈر نہیں۔ بلکہ
موٹر یونین کی تحریک سے بھی ان کا گہرا تعلق ہے۔

جرنیل بخاری۔ سید عطاء اللہ شاہ بخاری امرتسر کے مشہور لیڈر اور جادو
بیان واعظ۔ شیخ حسام الدین پر ان کا بہت گہرا اثر ہے۔

دونوں تلواریں | ڈاکٹر کچلو اور شیخ حسام الدین گذشتہ انتخاب میں ایک
آپس میں | دوسرے کے حریف تھے پہلی دفعہ ڈاکٹر کچلو کامیاب

ہوئے۔ پھر دو مرتبہ چودھری افضل حق کو ان سے
مقابلے پر کھڑا کیا گیا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ کانگریس اور
احرار دونوں کو شکست ہوئی۔ اور میدان مسلم لیگ
اور اتحاد پارٹی کے امیدوار کے ہاتھ رہا۔

غزنوی ۔ غزنوی خاندان امرتسر کا مشہور خانوادۂ علم و فضیلت
ہے مولوی اسمٰعیل غزنوی جو سلطان ابن سعود کے
معتمد ہیں۔ اسی خاندان سے تعلق رکھتے ہیں۔

مانسہرہ کا مولوی ۔ مولوی محمد اسحٰق مانسہروری ڈاکٹر عالم کے پرانے دوست
ہیں گذشتہ انتخابات میں انہوں نے ڈاکٹر عالم کے لئے
خون پسینہ ایک کر دیا تھا۔

عالم پور کی بستی۔ ڈاکٹر عالم راولپنڈی والوں کی تائید و حمایت سے ہی
انتخاب میں کامیاب ہوئے تھے۔ اور راولپنڈی کے
لوگوں نے صرف اس لئے ان کا ساتھ دیا تھا۔ کہ وہ
شہید گنج کی تحریک میں پیش پیش تھے۔

بڈمولوی ۔ مولوی حبیب الرحمٰن جو مدت تک مجلس احرار کے صدر
رہ چکے ہیں رہنمایان احرار میں خاص اور نمایاں حیثیت رکھتے
ہیں۔ بڈمولوی بھی ان کے متعدد القاب میں سے ایک لقب ہے
جو صدر مجلس احرار ہونے کے باعث انہیں دیا گیا ہے۔

شاتو اور لطیفی   لطیفی لدھیانہ کے ایک ذہین نوجوان ہیں جو شعر بھی کہتے ہیں ۔ ان کے معاملات عجیب ہیں۔ جو کچھ کہتے ہیں اسے اخبارات میں بھی نہیں چھپواتے۔ بلکہ اشتہار کی صورت میں چھاپ کر تقسیم کر دیتے ہیں۔ شاتو ان کے مکان کا نام ہے جو فرانسیسی زبان کا لفظ اور منزل کا مرادف ہے۔

اتحاد ملّت کا قلم   شہید گنج کی تحریک سے بہت پہلے مولینا ظفر علیخاں نے جالندھر میں نیلی پوش تحریک شروع کی تھی۔ چونکہ انہیں دنوں کپورتھلہ میں تعزیہ کے جلوس پر جھگڑا ہوا تھا۔ اس لئے دن بھر میں ہزاروں آدمی نیلی پوش ہو گئے لیکن مولینا جالندھر سے لاہور آئے ۔ اور لوگوں نے نیلے کرتے اتار پھینکے ۔

میاں "محمد حنیف" پرنٹر و پبلشر نے "دین محمدی پریس لاہور" سے چھپوا کر "اردو اکیڈیمی لوہاری دروازہ لاہور" سے شائع کیا

سندباد جہازی کی دیگر ہر دل عزیز تصانیف

مطائبات۔ سندباد جہازی کے فکاہی مضامین کا مجموعہ جس میں اکثر سیاسی اور معاشرتی مسائل پر نہایت لطیف انداز میں تبصرہ کیا گیا ہے۔

دو ڈاکٹر۔ ڈاکٹر ستیہ پال اور ڈاکٹر عالم کے متعلق سندباد جہازی کے مضامین جنہیں کتابی صورت میں شائع کر دیا گیا ہے۔ سیرت نگاری کا یہ انداز اردو میں انوکھا ہے۔

کیلے کا چھلکا اور دوسرے مضامین۔ ان مضامین کا ایک ایک لفظ دل میں رکھ لینے کے قابل ہے۔ آپ نے بہت سی مزاحیہ کتب کا مطالعہ کیا ہوگا۔ مگر یہ مجموعہ سب سے سبقت لے گیا ہے۔ پڑھتے جائیے اور مسکراتے جائیے۔ زبان سلیس اردو پاکیزہ۔

مرقع دیدہ۔ چند مشہور شخصیتوں کی سوانح حیات مگر انداز تحریر بالکل الگ اور اردو زبان میں انوکھا۔

اقبال نامہ۔ حضرت اقبال ؒ کی حیات پر بہترین کتاب۔

اردو اکیڈمی پنجاب لوہاری گیٹ لاہور